87

اشوک سمراٹ

حافظ کرناٹکی

نام کتاب : "اشوک سمراٹ"
مصنف : حافظ کرناٹکی
صفحات : 104
طبعِ اوّل : جنوری 2020ء

ملنے کا پتہ

عرض ناشر

ادب اطفال کے میدان میں جناب حافظ کرناٹکی کی مقبولیت اظہر من الشمس ہیں۔ انہوں نے نئی نسل کی کردار سازی کے لیے نثر ونظم میں جو بہترین کتابیں تصنیف کی ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ حافظ صاحب کی یہ نئی اشوک سمراٹ، ہندوستان کے عظیم شہنشاہ اشوک کی لازوال شخصیت کی مختصر لیکن جامع تصویر ہے۔ یقیناً یہ کتاب بچوں میں اپنے ملک کی تاریخ کو اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کا ذوق وشوق بڑھائے گی۔ اُمید ہے کہ ہندوستانی تاریخ کی اور بھی بڑی شخصیات پر ان کی تصانیف منظرِ عام پر آئیں گی۔

محمد ناصر خان

Printed at Farid Enterprises, Delhi-2

فہرست

اپنی بات

ہندوستان کی تاریخ اور اس کی ثقافتی اور تمدنی روح بہت ہی قدیم اور شاندار ہے۔ ہندوستان کے سماجی تانے بانے اور اس کے جمہوری نظام اور معاشرتی حالات کو سمجھنے کے لیے اس کی قدیم تاریخ سے واقفیت ضروری ہے۔ اشوک سمراٹ دنیا کا اکلوتا ایسا بادشاہ گذرا ہے جس نے اپنی پوری طاقت اور دولت لگا کر بودھ مذہب کی تبلیغ کی اور اسے ساری دنیا میں پہونچانے کا کام کیا۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا خود بھی اہنسا کے راستے پر چلنے کی کوشش کی۔ ''بودھ ازم'' اور جین ازم کی بنیادی تعلیمات کا مدار اہنسا یعنی عدم تشدد پر ہے۔ مگر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی طرح ان مذاہب کے ماننے والے بھی اپنی مذہبی تعلیمات اور اپنے مذہب کی روح سے دور ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو عدم تشدد اور اہنسا کا معیار ہونا چاہیے انہیں لوگوں کے نام اب بے تحاشا تشدد اور اہنسا کے ساتھ جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے مذہبوں کی بنیادی تعلیمات سے دور ہو جاتے ہیں تو دنیا کی ہوس ان پر حاوی ہو جاتی ہے اور ان کے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار میں وہ تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا ان کے مذہبی اصولوں سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا ہے۔ بسا اوقات تو ان کے افعال و اخلاق انسانیت کو بھی شرم سار کر جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستان کی روح سے

واقفیت حاصل کریں تاکہ موجودہ عہد میں ہندوستان کو اس کی اصل اور جڑ سے جوڑ کر اس کی سربلندی کے لیے کام کر سکیں، کسی بھی ملک اور قوم کی بنیاد جب تک مضبوط رہتی ہے اس کا مستقبل روشن رہتا ہے۔ مگر جب کوئی قوم اپنی جڑوں سے کٹ جاتی ہے اور مذہب کے اصولوں کو اپنے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے لگتی ہے تو پھر اس کی شناخت مشکوک ہو جاتی ہے۔ نئی نسل کو اپنے صدیوں پرانے اور قابل فخر ملک عزیز بھارت کی خوبیوں اور اس کے سماجی تانے بانے اور اس کی فکریات و نظریات سے واقف کرانا ضروری ہے، تاکہ لوگ انہیں گمراہ نہ کر سکیں۔ ہندوستان کی اہم ترین شخصیات اور اسلام کے اہم ترین شخصیات سے متعلق مختصر کتابوں کی اشاعت کے تسلسل کا بس یہی جواز ہے کہ ہم اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حقیقتوں کو جان سکیں اور ان میں توازن قائم کر کے مستقبل کے روشن امکانات سے نئی نسل کو واقف کرا سکیں۔ مجھے امید ہے کہ اہل فکر و دانش میری اس کاوش کو بھی پسند کریں گے۔

والسلام

حافظ کرناٹکی

دار الحافظ، جے نگر شکاری پور

ضلع شیموگہ، کرناٹک 577427

ان سبھی لوگوں کے لیے جو ہندوستان کی قدیم تاریخ، تہذیب، اور ثقافت سے محبت رکھتے ہیں۔

ہندوستان زمانہ قدیم سے مختلف علاقوں، خطوں اور راجا رجواڑوں میں بٹا تھا، سکندر نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو پہلی بار ہندوستان کے راجاؤں کو شہنشاہیت کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ اور مگدھ (بہار) کا راجا چندر گپت موریا سکندر سے متاثر ہو کر پورے ہندوستان کو اپنے زیر تسلط لانے میں کامیاب ہوا۔ اس بہادر اور حوصلہ مند شہنشاہ کی جنگ جوئی کی تفصیلی تاریخ دستیاب نہیں ہے کہ آخر اس چھوٹے سے راجا نے شہنشاہ اعظم بننے کے لیے کتنی اور کس طرح کی جدّ وجہد کی، مگر سلیوکس کے سفیر میگھتنیز کے بیانات اور کوٹلیا (چانکیہ) کی ''ارتھ شاستر'' سے کچھ ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کے توسط سے ایک خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ چندر گپت موریا کے لائق پوتے اشوک سمراٹ کے کاموں اور کارناموں کو جاننے کے لیے دوسروں کے سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ اس شہنشاہ نے اپنی سوانح کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے لاٹوں، پتھروں اور غاروں کی دیواروں پر کندہ کرا کے اپنی زندگی کے حالات کو بہت حد تک محفوظ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے کے سرد وگرم جھیلنے کے باوجود اس کے آثار محفوظ رہ گئے۔ جو اس شہنشاہ کی حکومت کے طریقوں اور اس کی فکر ونظر کو مصوّر کرنے میں معاون ہیں۔

بچپن اور جوانی:

یہ ٹھیک ہے کہ اشوک کی لاٹوں اور کتبوں سے اس کی حکومت کی وسعت اور دوسری چیزوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ مگر اس کے بچپن کے حالات اور عنفوان شباب

کے زمانے کی تاریخ اور تخت وتاج کے لیے کی جانے والی اس کی کوششوں اور جنگ وجدل کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ انہیں جاننے کے لیے عام طور پر ان روایتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ہندوستان اور لنکا کے بدھسٹوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے، بدھ کے پرستاروں کی نظر میں اشوک کا مرتبہ مہاتما بدھ سے کچھ ہی کم ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے اشوک کی شخصیت کو دو حصوں میں بانٹ کر دونوں حصوں کی خوبیوں اور خامیوں کو مبالغے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اشوک کی شخصیت کو نہ صرف یہ کہ ان لوگوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے بلکہ دونوں شخصیتوں کے دو الگ الگ نام بھی رکھے ہیں۔ بدھ ازم قبول کرنے سے پہلے والے اشوک کو ان لوگوں نے ''کال اشوک'' یعنی کالا اشوک اور ''چنڈا اشوک'' یعنی بدمعاش اشوک کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور بدھ ازم قبول کرنے کے بعد والے اشوک کو دھرم اشوک یعنی مذہبی اشوک کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کی روایتوں کے مطابق بدھ مذہب قبول کرنے سے پہلے اشوک حد درجہ ظالم، بدکردار، سفاک اور خونخوار تھا۔ ''اشوک اودھان'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ اشوک نے لوگوں کو تکلیفیں دینے کے لیے ایک خاص طرح کا جہنم تیار کر رکھا تھا۔ جہاں وہ لوگوں کو تکلیف دینے کی نئی نئی ترکیبیں اپناتا تھا۔

اشوک کے بھائی:

مہاونش اور دیپاونش کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپت موریا کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے بندوسار نے بتیس (۳۲) سال تک حکومت کی،

بندوسار کی سولہ بیویاں تھیں جن سے ایک سو ایک بیٹے تھے۔ ان بیٹوں میں سے سب سے بڑے بیٹے کا نام سومن تھا۔ اتری ہندوستان کے لوگ اسی بیٹے سومن کو شوسم کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس سومن یا شوسم کی دو الگ الگ بیویوں سے دو بیٹے اشوک اور تسیما تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اشوک اور تسیما ایک ہی ماں رانی دھرما کے بطن سے تھے۔ وہ بھی چندر گپت موریا کی ماں کی طرح موریا چھتریوں کے خاندان سے تھی اس خاندان کا مذہبی پیشوا ''اجیسان'' نامی اجیوک راہب تھا۔ اسی لیے اشوک نے اجیوک فرقے کی سرپرستی کی تھی۔ اور ان کے لیے ''بارابار'' میں تین غار بڑے اہتمام سے بنوا کر وقف کر دیے تھے۔ شمالی ہند کی روایتوں کے مطابق اشوک کی ماں کا نام سوبھدر نگی تھا۔ اور چمپا کے ایک برہمن کی بیٹی تھی۔ شمالی ہند کے لوگ اشوک کے ہم بطن بھائی تسیما کو ''وگت'' اشوک اور دت اشوک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا ماننا ہے کہ اشوک میں پیدائش ہی سے ایسی خوبیاں پائی جاتی تھیں جو اس کی عظمت کی نشانی مانی جاتی تھی۔ اشوک بہت ذہین تھا۔ اس نے بہت جلد مروجہ علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ فن سپہ گری میں مہارت پیدا کر لی۔ اور سن شعور کو پہونچنے سے پہلے ہی صوبے داری اور باپ کی نیابت کرنے کی صلاحیت پیدا کر لی تھی۔ دکنی روایتوں کے مطابق وہ اونتی کا صوبے دار مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس صوبے کا دارالسلطنت اجین تھا۔ اور یہیں اشوک قیام پذیر تھا اور یہیں سے ملک کا انتظام دیکھتا تھا۔ شمالی ہند کی روایت کے مطابق اشوک ''سواس'' کا صوبے دار تھا جس کا دارالسلطنت ''تکشیلا'' تھا۔ بعض لوگوں کا

کہنا ہے کہ پہلے اس صوبے کا صوبے دار اشوک کا بھائی سومن یا سوشم تھا مگر وہ اس صوبے کو سنبھالنے میں نا کام ہو گیا اس لیے اشوک نے یہاں کی صوبے داری سنبھالی اور اپنی قابلیت کا نقش قائم کیا اور دور دور تک مشہور ہو گیا۔

سومن سے جنگ:

اشوک کی صوبے داری کے بارے میں دکنی اور شمالی ہندوستان کی روایتوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دراصل اشوک نے دونوں صوبوں کی صوبے داری کی ہوگی اس لیے الگ الگ روایتیں بیان کی گئی ہیں البتہ یہ بات طے ہے کہ 274 قبل مسیح میں جب بندوسار کا انتقال ہوا تو شوسم یا سومن سواس کے صوبے دار کی حیثیت سے وہاں کے سرحدی قبائل کی بغاوت کو کچلنے میں مشغول تھا اور اشوک اجین میں صوبے داری کر رہا تھا۔

اشوک نے جب دیکھا کہ بڑا بھائی جنگ میں مصروف ہے تو بندوسار کے تجربہ کار وزیروں اور امرار کے مشورے اور حمایت سے بادشاہت کا دعویٰ کر دیا۔ اس طرح چار سال تک خون ریز جنگ جاری رہی۔ اس جنگ میں تسیما کے علاوہ اشوک کے ننانوے بھائی مارے گئے اور عزیز واقارب اور رشتہ داروں کا اس طرح قتل کیا گیا کہ خون کا دریا بہا دیا تب کہیں جا کر اس کی حکومت قائم ہوئی۔

اشوک کی تاج پوشی:

بندوسار کے انتقال کے چار سال بعد 270 ق م میں اشوک کی تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی۔ اس نے اس رسم کے بعد اپنے آبا واجداد کی روایت کے مطابق

''دیونام پیا'' (دیوتاؤں کا پیارا) اور ''پیاداسی'' یا پریہ درشن (نیک دل) جیسے القابات اختیار کیے۔ دیونام پیا کالقب نیا نہ تھا۔ اور نہ اشوک کے ساتھ مخصوص تھا، اشوک سے پہلے کے بادشاہ بھی اس طرح کے القاب اختیار کر چکے تھے اور خود اس کے ہم عصر لنکا کے بادشاہ ''ٹشا'' کا بھی یہی لقب تھا۔ پیاداسی (پریہ درشن) کا لقب موریا خاندان میں چندر گپت کے زمانے سے چلا آتا تھا۔ اور اشوک اپنے آپ کو اپنے دادا کا سب سے سچا وارث سمجھتا تھا، اس لیے اس لقب کا خود کو حقدار جانتا تھا۔

یہ دونوں القاب اسے اتنے زیادہ پسند تھے کہ اس نے اپنے کتبوں میں اپنے نام کی جگہ انہیں القاب کا استعمال کیا ہے۔ بہت زمانے تک تو لوگوں کو یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی کہ دراصل پیاداسی اور دیونام پیا اشوک ہی کے القاب ہیں۔ یہ بات تو لوگوں کی سمجھ میں اس وقت آئی جب ماسکی ضلع شولا پور کے کتبے میں دیونام پیا اشوک لکھا ہوا ملا۔ یہ ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے۔

اشوک کی بیویاں اور اولادیں:

اشوک نے کئی شادیاں کیں اور بہت ساری عورتوں سے رشتہ قائم کیا۔ اور اسے اپنے حرم میں رکھا۔ بیویوں میں سے کچھ بیویاں اشوک کے ساتھ پاٹلی پترا (پٹنہ) میں رہتی تھی اور بہت سی مختلف صوبوں کی راجدھانیوں میں رہتی تھی۔ کچھ ایسی خوش قسمت بیویاں بھی تھیں جو ملکہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ مگر زیادہ تر ایسی بیویاں تھیں جو شاہی حرم کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ اشوک کی

بیوں میں سے صرف پانچ کے نام تاریخ میں ملتے ہیں۔ جواس طرح ہیں؛

(۱) دیوی جس کا پورا نام ودیسا مہادیوی سا کیا کماری تھا۔

(۲) کاروواکی جوتیوار کی ماں تھی جسے اشوک کے کتبوں میں دوسری ملکہ لکھا گیا تھا۔

(۳) اسندھ مترا جسے سب سے بڑی ملکہ کہا گیا ہے۔

(۴) پدماوتی

(۵) تیسارک سیتا

پہلی بیوی دیوی مہاتمابدھ کے خاندان سے تھی، اس نے بھلسا میں کئی استوپ اور عمارتیں یادگار کے طور پر بنوایا تھا۔ (مہاونش) میں لکھا ہے کہ دیوی نے اجین میں ہی قیام کیا۔ اس نے اشوک کے ساتھ پاٹلی پترا جانا اس لیے پسند نہیں کیا کہ وہاں سب سے بڑی ملکہ اسندھ مترا رہتی تھی۔

دیوی کے بطن سے اشوک کو دو اولا دیں ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام مہندر تھا۔ اور لڑکی کا نام سنگھ مترا۔ چوں کہ دیوی مہاتمابدھ کے خاندان سے تھی اس لیے اس کا عقیدہ بدھ مت پر مضبوط تھا۔ دیوی ہی کی وجہ سے اشوک کو بدھ مذہب میں دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔ اسی لیے اس نے بھلسا میں اپنی یادگاریں تعمیر کروائیں دیوی ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ اس کا لڑکا مہندر بیس برس کی عمر میں ولی عہد بننے کی خواہش ترک کر کے اور عام شہزادوں والی زندگی کو چھوڑ کر باضابطہ طور پر بدھ کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ اشوک کی بیٹی سنگھ مترا بھی اپنے بھائی کی طرح

بدھ مذہب کی راہبہ بن گئی اوراس نے اپنے شوہراور بیٹے کوبھی اسی طرح کی زندگی گذارنے کی ترغیب دی۔

دیوی کے علاوہ صرف ایک رانی کا ذکر ملتا ہے جو دیوی سے جل کر بودھی درخت (جہاں مہاتمابدھ کو گیان ملاتھا) اسے کاٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اس کے نام کا ایک کتبہ الہ آباد میں ملا ہے جس میں لکھا ہے کہ اس نے دھرم کے فروغ کے لیے کئی باغ اور عمارات وقف کردیا تھا۔ یہی بیوی اشوک کی سب سے پیاری بیوی تھی۔ اشوک کی اولادوں میں سب سے بڑا بیٹا مہندر تھا جو ۲۸۵ ق م میں پیدا ہوا۔ سولہ برس کی عمر میں اس کی شادی ہوگئی اور بیس برس کی عمر میں وہ باضابطہ بدھسٹ کی جماعت میں شامل ہوگیا۔ لٹسا مگولی اس وقت بدھ سنگھ (بدھسٹوں کی جماعت) کا سردار تھا۔ اس کے انتقال کے بعد مہندر اس جماعت کا سردار مقرر ہوا۔ اورلنکا کے بادشاہ کی دعوت پر وہاں تبلیغ کے لیے چلا گیا۔ وہاں اس نے بدھ ازم سے متعلق کتاب ''پالی تری پٹھک'' کا سنگالی زبان میں ترجمہ کیا اوراسے عوام میں رائج کیا۔ اپنے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے اور راہبات کی جماعت تیار کرنے کے لیے اس نے اپنی بہن سنگھ مترا کو بھی لنکا بلالیا۔ یہی شہزادی جوسنگھ مترا کے نام سے آج تک مشہور ہے، بودھی درخت کی ایک شاخ بھی اپنے ساتھ لائی اور لنکا میں لگادیا اصلی بودھی درخت کی یہ شاخ نہایت چھتنارے درخت کی شکل میں آج تک لنکا میں موجود ہے۔

سنگھ مترا ۲۸۲۱ ق م میں پیدا ہوئی چودہ برس کی عمر میں اس کی شادی اس کے

پھوپھی کے بیٹے اگنی برہما سے ہوئی، اس سے سنگھ مترا کو ایک بیٹا ہوا جس کا نام اشوک نے اپنے بھائی کے نام پر سومن رکھا۔ سنگھ مترا اٹھارہ برس کی عمر میں ۲۴۴ ق م قبل مسیح میں اپنے بھائی کے ساتھ بدھسٹوں کی جماعت میں داخل ہوگئی اور اپنے بھائی کے بلانے پر لنکا جا کر ساری عمر وہیں بدھی راہبات کی سرداری کرتی رہی۔

مہندر کے علاوہ اشوک کے دو اور بیٹوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک کا نام تیوار تھا جو ملکہ کردوا کے بطن سے تھا۔ دوسرے کا نام کنال تھا جو ملکہ پدماوتی کے بطن سے تھا۔ کنال کو دھرم دیوور دھن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اشوک کا ایک اور بیٹا تھا جس کا نام جلک تھا۔ اس کی بیوی کا نام ایسان دیوکی تھا۔ جلک اپنے باپ کے مذہب بدھ مت کا ماننے والا نہیں تھا۔ یہ شیو کا پجاری تھا۔ اشوک کے بڑھاپے کے زمانے میں تکشیلا کا گورنر تھا۔ اشوک کے مرنے کے بعد اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور کشمیر کا راجا بن گیا۔ اس نے اپنی مملکت سے تمام غیر ملکیوں کو، جس میں زیادہ تر لوگ یونانی تھے نکال دیا۔ اس نے شدّت سے بدھ مت کی بھی مخالفت کی۔

اشوک کے پوتوں میں سے دو کے نام مشہور ہیں۔ ایک کا نام دسرتھ تھا اور دوسرے کا سمپارتی۔ اشوک کے مرنے کے بعد اس کی بقیہ سلطنت ان دونوں پوتوں میں تقسیم ہوئی۔ دسرتھ مگدھ کا راجا ہوا۔ اور سمپارتی اونتی اور اُپرانت کا یعنی مغربی دکنی حصوں کا۔ سمپارتی جین دھرم کا ماننے والا تھا۔ جودھ پور میں ماوی کا جو مندر ہے اسے سمپارتی نے ہی بنوایا تھا اور جہاز پور کا قلعہ بھی اسی نے تعمیر کروایا

تھا۔

اشوک کے کتبوں سے چار ایسے لڑکوں کا پتہ چلتا ہے جو کماریا ''آریہ پتر'' کہلاتے تھے اور جو اس کے زمانے میں چار الگ الگ صوبوں کے حکمران تھے۔ یہ شہزادے رانیوں کے بطن سے تھے۔ ان کے علاوہ اشوک کے حرم کے بطن سے بھی کئی لڑکے تھے۔ ان لڑکوں کے لیے اشوک نے اپنے کتبوں میں کمار کی جگہ ڈالک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس طرح اس نے رانیوں کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکوں اور حرم کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکوں کے فرق کو واضح کر دیا ہے۔

چودہ سال کی روزانہ زندگی:

اب تک کی باتوں سے یہ صاف ہو جاتا ہے کہ اشوک دوسرے راجاؤں اور نوابوں کی طرح اپنا حرم رکھتا تھا اور اس کی کئی بیویاں اور بہت ساری اولادیں تھیں۔ اس کا خاندان بہت بڑا تھا اور وہ راجاؤں ہی کی طرح شان اور ٹھاٹ باٹ سے زندگی گذارنا پسند کرتا تھا۔ اسے سیر وشکار کا بھی شوق تھا اور ناچ گانے اور کھیل تماشے میں بھی خوب دلچسپی لیتا تھا۔ وہ گوشت شوق سے کھاتا تھا اور ملک کا انتظام ارتھ شاستر کے مطابق کرتا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ میں جہاں بھی رہوں جس حال میں رہوں، کھانا کھا رہا ہوں یا کہ زنان خانے میں رہوں، سیر سپاٹا کر رہا ہوں کہ کسی تفریح میں مصروف رہوں سلطنت کے متعلق اگر کوئی خبر ہو تو خبر رساں مجھے فوراً مطلع کریں۔

ان باتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد ایک لمبے عرصے تک اشوک نے زندگی کا بھرپور مزہ لیا ہر طرح کے لذیز کھانے کھائے، حرم سرا کی عورتوں کے ساتھ دادعیش دیا، خلوت خانے میں اپنی خاص محبوباؤں، دوستوں اور یاروں کے ساتھ دل بہلایا اور اپنے پسند کے گھوڑوں سے اصطبل کو آباد کیا۔ اور گھوڑسواری کا لطف اٹھایا اور خوب کھیل کر عیش وعشرت کی زندگی گذاری مگر حکومت کے امور سے بھی غافل نہیں ہوا۔

بعد میں وہ اپنی زندگی میں آنے والی تبدیلی کے بارے میں بتاتا ہے کہ شاہان سلف تفریحی دورے کرتے تھے، جس میں وہ سیروشکار سے دل بہلاتے تھے لیکن میں نے اپنی تخت نشینی کے دسویں سال اس طرح کے سیر سپاٹے کے بجائے مذہبی دورے کو اہمیت دینی شروع کردی۔ معلوم یہ ہوا کہ اشوک چودہ سالوں تک بڑی بھرپور زندگی جیتا رہا۔ ناچ رنگ، شراب نوشی، جوا، جنگی مقابلے اور شکار غرض ہر طرح کے کاموں میں دلچسپی لیتا رہا۔ شکار اشوک کا خاندانی شوق تھا۔ موریا خاندان کے شکار کی داستان بھی دلچسپ ہے۔

موریا شکار:

موریا شکار کے بارے میں میگھتھنیز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ہے کہ بادشاہ کے گرد پری چہرہ نازنینوں کا حلقہ ہوتا تھا، سڑک کی دونوں جانب موٹے موٹے رسّے کھینچ دیے جاتے تھے۔ جس کا مطلب ہوتا تھا کہ آگے جانا منع ہے۔ ان مجلسوں اور حلقوں کا اتنا رعب تھا کہ کسی مرد اور عورت کو رسّے کے اندر جانے کی

مجال نہیں ہوتی تھی۔ اس دائرے کے اندر جانا موت کو دعوت دینے کے مصداق تھا۔ اس رسّے کے اندر بادشاہ جلوس کی شکل میں نکلتا تھا اور اس کے آگے آگے لوگ نقارے بجاتے ہوئے چلتے تھے۔

بادشاہ جنگلوں کے ان حصوں میں شکار کھیلتا تھا جسے پہلے سے حصار میں لے لیا جاتا تھا۔ بادشاہ ایک اونچے مقام سے تیراندازی کرتا تھا۔ اس کی بغل میں دو تین مسلح عورتیں کھڑی رہتی تھیں جب وہ کھلے میدانوں میں شکار کھیلتا تھا تو وہ ہاتھی پر سوار ہو کر تیراندازی کے کمال دکھاتا تھا۔ عورتوں میں سے کچھ تو رتھوں پر ہوتی تھیں اور کچھ گھوڑوں اور ہاتھیوں پر اور وہ ہر طرح کے ہتھیاروں سے اس طرح لیس ہوتی تھیں گویا کسی جنگ پر جا رہی ہوں۔

سیر و شکار کے ساتھ چودہ سالوں تک اشوک نے میلوں ٹھیلوں، دعوتوں اور تماشوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اشوک کے زمانے کے ایک سنگی کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بھی دوسرے راجاؤں کی طرح رعایا کو خوش کرنے کے لیے اس طرح کی جشن برپا کیے تھے جنہیں اس زمانے میں ''سماج'' کہا جاتا تھا۔ یہ سماج دو طرح کے ہوتے تھے۔ ایک تو وہ جس میں رعایا کے لیے عمدہ قسم کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا تھا جس میں گوشت اور مچھلیوں کو خصوصی اہمیت دی جاتی تھی۔

دوسری قسم کا سماج وہ ہوتا تھا جس میں ناچ گانا کشتی تیراندازی نیزہ بازی غرض دلچسپی کے تمام کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان موقعوں پر تمام رعایا کی شاہی مطبخ کی طرف سے دعوت ہوتی تھی، رعایا کھاتی پیتی اور جشن مناتی تھی اور

اپنے راجا کو دل سے دعا دیتی تھی۔ اشوک کی حکومت کے شروع کے چودہ برسوں تک یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر جب اس نے کلنگ کی فتح کے بعد بدھ مذہب اختیار کیا تو ساری عیش کوشیوں سے توبہ کرلی اور گوشت کھانا بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح اس نے پہلا سماج بند کر دیا اور دوسرے سماج کو مذہبی رنگ میں رنگ دیا۔

گوشت کی تقسیم کا اہتمام:

اشوک کی طرف سے گوشت کی تقسیم کا اہتمام صرف ''سماج'' کے ہی موقع سے نہیں کیا جاتا تھا بلکہ پکا ہوا اور کچا گوشت روزانہ لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا وہ دراصل مہابھارت کے راجا انتی دیو سے بھی اس معاملے میں بازی مار لینا چاہتا تھا جس کے یہاں روزانہ دو ہزار مویشی اور دو ہزار گائیں صرف اس لیے کاٹی جاتی تھیں کہ راجا کی طرف سے رعایا کے لیے مفت گوشت مہیا کیا جا سکے۔ اشوک خود اپنے مطبخ کے بارے میں لکھتا ہے کہ میرے گوشت چھوڑنے سے پہلے شاہی باورچی خانے کے لیے لاکھوں جانور کاٹ دیے جاتے تھے۔ مگر اب جب کے میں نے بدھ مذہب اختیار کر لیا ہے شاہی باورچی خانے کے لیے صرف تین جانور کاٹے جاتے ہیں۔ ان میں دو مور اور کبھی کبھی ایک ہرن ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان تینوں جانوروں کا ذبح کرنا بھی بند کر دیا جائے گا۔ اتنی بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ لاکھوں جانور صرف بادشاہ یا شاہی خاندان کے لوگوں کے لیے نہیں کاٹے جاتے رہے ہوں گے یہ سارے جانور رعایا کو گوشت مفت فراہم کرنے کے لیے کاٹے جاتے رہے ہوں گے۔ اور بادشاہ نے یقیناً یہ طریقہ

رعایا پروری کی نیت سے اختیار کیا ہوگا۔ یہ ٹھیک ہے کہ بدھ مذہب اختیار کرنے کے بعد اشوک سے اہنسا کا راستہ اپنالیا تھا مگر اس نے مور اور ہرن کا گوشت کھانا ترک نہیں کیا تھا۔

کلنگ کی جنگ:

کلنگ (اڑیسہ) اس وقت کتنی بڑی ریاست تھی اور اس کی فوجی طاقت کتنی بڑی تھی اور اس کی آبادی کتنی تھی اس کی تفصیل تو نہیں معلوم ہوسکی ہے۔ لیکن اتنا طے ہے کہ یہ ریاست اس وقت بہت بڑی اور طاقتور ریاست رہی ہوگی۔ چندر گپت موریا کے زمانے میں اڑیسہ کے راجا کی فوجی طاقت ساٹھ ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی۔ پانچ سو جنگی ہاتھی بھی اس کے پاس تھی لیکن اشوک کے زمانے میں کلنگ کا راجا کون تھا اور جس فوج سے اشوک کا مقابلہ ہوا اس کی تعداد کتنی تھی اس کا درست علم نہیں ہے۔ مگر اتنا طے ہے کہ یہ جنگ بہت ہولناک اور خونریز تھی۔ کیوں کہ اس جنگ کے بارے میں خود اشوک نے جو کچھ بتایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلنگ کی فوج بڑی اور طاقتور ہی ہوگی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں ڈیڑھ لاکھ لوگ قید کیے گئے اور ایک لاکھ انسانوں کا قتل ہوا۔ مگر اس نے یہ نہیں بتایا کہ شاہی فوج کے کتنے لوگ مارے گئے مگر اتنی بات تو معلوم ہو ہی جاتی ہے کہ بے تحاشا لوگ مارے گئے جنہیں دیکھ کر اشوک نے اہنسا کے راستے کو اپنانے کا ارادہ کرلیا۔ اشوک نے اپنے کتبے میں لکھا ہے کہ؛

ایک ملک کے فتح کرنے میں اس ملک کے بے شمار باشندے مارے جاتے

ہیں اوراس سے بھی زیادہ لوگ جنگ کے برے اثرات کی وجہ سے مرجاتے ہیں اور بہت سارے لوگ قیدی بن جاتے ہیں۔ جنگ کی وجہ سے براہمن پر بھی تشدد ہوتا ہے وہ قتل کیے جاتے ہیں یا پھر وہ اپنے رشتے داروں سے بچھڑ جاتے ہیں اس طرح تیرہ بختی اور بدبختی کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔قتل وغارت کے ان مرحلوں سے گذر کر اشوک نے تشدد سے بچنے کا عہد کرلیا اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ دھرم کی فتح ہی سب سے بڑی فتح ہے۔

فتح کے بعد کی زندگی:

اشوک نے کلنگ کی فتح کے بعد نہ صرف یہ کہ جانوروں کا گوشت کھانا اور اسے ذبح کرنا ترک کردیا اور خوں ریزی سے منہ موڑلیا بلکہ وہ دل و جان سے مذہب کی تبلیغ میں لگ گیا اور اپنی حکومت کی ساری طاقت بدھ مت کو پھیلانے میں لگادی۔ اشوک دنیا کا واحد راجا ہے جس نے مذہب کی تبلیغ کی اور جنگ کے نقارے کی جگہ دھرم کا نقارہ بجایا۔

اس نے مساوات، بھائی چارہ اور اہنسا کی تعلیم کو عام کرنے کی طرف توجہ کی مگر اس کی تفصیل میں جائے بغیر ہمیں بس یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اس نے بدھ مت قبول کرلینے کے بعد اپنی ساری عمر اور اپنی ساری طاقت اچھے کاموں میں صرف کی، بدھ مذہب کو پھیلانے کی ہر سطح پر کوشش کی اور آخری دم تک کسی بھی ملک پر حملہ نہیں کیا۔

اشوک کی آخری عمر کی حالت:

اشوک جو ہندوستان کا پہلا سب سے زبردست شہنشاہ تھا اور جس نے اپنی زندگی میں سیکڑوں معرکے کیے تھے اور کلنگ کو فتح کیا تھا اس کی زندگی کے آخری ایام خوشگوار نہیں تھے۔ جب اشوک کے وزرا، عمال اور دیگر افسروں کو یقین ہو گیا کہ اشوک نیکی کمانے کے چکر میں ضرورت سے زیادہ سخی ہو گیا ہے اور وہ ساری دولت خیرات میں بانٹنے پر تل گیا ہے۔ تو وہ سب کے سب باغی ہو گئے، انہیں اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ شہنشاہ اپنی اہنسا کی وجہ سے اب کسی طرح کے خوں ریز تصادم پر آمادہ نہیں ہوگا وہ اور بھی بے لگام ہو گئے وزرا اور صوبیداروں نے اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور سمپارتی جسے اشوک نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اس قدر خود سر ہو گیا کہ اس نے شہنشاہ اشوک کے تمام وظائف بند کر دیے اور ان خانقاہوں بودھ مٹھوں اور اجیوک برہمنوں کے وظیفے بھی بند کر دیے جو اشوک نے مقرر کر رکھے تھے۔ ''سمپارتی'' اپنے بوڑھے دادا کو ذلیل اور پریشان کرنے پر تل گیا تھا۔ اس نے اشوک کی ہر طرح تحقیر کی۔ حد یہ کہ اس نے اشوک کی غذا میں بھی کٹوتی کر دی۔ ایک دن اس نے اشوک کے کھانے کے لیے (املکھ) آم کا آدھا حصہ اور بعض روایتوں کے مطابق سیب کا آدھا حصہ کھانے کے لیے بھیجا اشوک نے آدھا آم دیکھ کر ایک سرد آہ بھری اور مصاحبین سے کہا؛ دیکھو! میں پوری مملکت کا شہنشاہ ہونے کی جگہ اب صرف آدھے پھل کا مالک ہوں۔ اس رحم دل شہنشاہ نے ۳۸ سال شان وشوکت اور نرم خوئی سے حکومت کی اور ۲۳۲ ق م میں

انتقال کر گیا۔

اشوک کی سلطنت:

چندر گپت موریا نے شمالی ہندوستان کو فتح کیا اور سلیوکس شاہ بابل سے صلح کر کے اپنی سلطنت مغرب میں کابل، ہرات اور قندھار تک بڑھائی مگر دکن کب فتح ہوا اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی ہے، البتہ یہ بات واضح طور پر کہی جاتی ہے کہ سکندر کی واپسی کے کچھ دنوں کے بعد چندر گپت نے سلیوکس کو پانچ سو ہاتھی دیے اور چھ لاکھ فوج لے کر سارے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ آخر عمر میں چندر گپت موریا سلطنت اور حکومت سے دستبردار ہو گیا اور اس نے جین دھرم اپنا لیا اور ایک جینی راہب بن کر میسور میں ''سراون بل گولا'' کے مقام پر چلا گیا۔ اشوک کو اپنے دادا چندر گپت موریا سے ایک نہایت وسیع سلطنت وراثت میں مل گئی تھی جو ہرات سے آسام تک اور کشمیر و نیپال سے میسور و مدراس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اشوک کی سلطنت کے حدود کا تعین اس کے زمانے میں لگائے گئے کتبوں سے ہوتا ہے، وہ مقامات جہاں جہاں اشوک کے لگائے گئے کتبے ملے ہیں اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) پشاور کے قریب شہباز گڈھ میں

(۲) پشاور کے قریب مانسہرہ میں

(۳) دہرادون کے قریب گنگا جمنا کے سنگم پر کالسی میں

(۴) صوبہ بمبئی کے تھانہ ضلع میں سوپارا کے مقام پر

(۵) گرنار میں جونا گڈھ کاٹھیاواڑا کے نزدیک

(۶) ضلع بسوری میں بھونیشور کے قریب دھولی میں

(۷) ضلع گنجم میں جونا گڈھ کے مقام پر

(۸) میسور میں چتلی ڈرگ کے مقام پر

(۹) جبل پور میں سی، پی سے قریب روپ ناتھ کے مقام پر

(۱۰) بہار میں سہسرام کے ایک قصبے میں

(۱۱) جے پور کے قریب میرت کے مقام پر

(۱۲) بھبھرو میں

(۱۳) مملکت حضور نظام میں ماسکی کے مقام پر

اشوک کے زمانے کی لاٹھیں جہاں جہاں ملی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے؛

(۱) انبالہ کے قریب توپرا میں

(۲) میرٹھ میں

(۳) کوسمبھی ضلع الہ آباد میں

(۴) رادھیا ضلع چمپارن بہار میں

(۵) متھیا ضلع چمپارن بہار میں

(۶) رام پوردا ضلع چمپارن بہار میں

(۷) بھوپال کے قریب ضلع سانچی میں

(۸) بنارس کے قریب سارناتھ میں

(۹) منی دمی نیپال میں

(۱۰) نل گیوا نیپال میں

معلوم ہوا کہ اشوک کی سلطنت کی حد ہرات تک تھی، جہاں وہ شام وایران کے بادشاہ انتیوقوس کی سلطنت سے جا کر مل جاتی تھی اس طرح اس کے زیر نگیں کندھاری، کلبوجی اور یونانی نسل کے لوگ بھی آ گئے تھے۔ یعنی وہ تمام قبائلی جو اس وقت افغانستان اور ترکستان میں موجود تھے۔ دکن میں اشوک نے اپنی سلطنت کی حدیں چار چھوٹی ریاستوں کے نام لے کر متعین کیے ہیں۔ یہ چار سلطنتیں چولا، پانڈیا، ستیا پتر اور کرالی پتر کہلاتی تھیں۔ اشوک کی سلطنت کا مشرقی حصہ موجودہ آسام کی سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔

نظام حکومت اور صوبے کے حاکم:

اس وسیع حکومت کا نظام شروع میں بالکل ویسا ہی تھا جیسا چندر گپت موریا کے زمانے میں کوٹلیا (چانکیا) نے رائج کیا تھا۔ اور جسے اس نے مثال کے طور پر اپنی ارتھ شاستر میں پیش کیا ہے لیکن جیسے جیسے اشوک کی مذہبیت بڑھتی گئی ویسے ویسے وہ اس نظام حکومت کو بھی مذہبی رنگ میں رنگتا چلا گیا۔ پھر صورت حال یہ ہوئی کہ ضلع کا افسر حاکم سے زیادہ مذہب کا مبلغ نظر آنے لگا اور ہر جگہ دھرم کا نقارہ بجنے لگا۔

اشوک کی سلطنت مختلف صوبوں میں تقسیم تھی، ان میں سے جو چار بڑے صوبے تھے ان کے صوبے دار، کمار یا پھر آریہ پتر یعنی اشوک کے بیٹے تھے۔

(۱) صوبہ سرحد یا گندھاریوں کا صوبہ تھا جس کی راج دھانی تکشلا تھی یہاں ایک کمار رہتا تھا بندوسار کے زمانے میں سومن اور اشوک یہیں کے صوبے دار تھے خود اشوک کے زمانے میں جلک یہیں کا صوبے دار تھا جو باپ کے مرنے کے بعد خود مختار ہو کر کشمیر میں راج کرنے لگا۔

(۲) سورنگر بھی ایسا صوبہ تھا جہاں ایک کمار راج کرتا تھا۔ سورنگر وہی مقام ہے جو آج کل کا نک نگری کہلاتا ہے۔ جو حضور نظام کی مملکت کے ضلع رائچور میں واقع تھا اور اب ریاست کرناٹک میں واقع ہے۔

(۳) تیسرا کمار نئے فتح کیے گئے صوبہ کلنگ کا صوبے دار تھا۔ اس کا پایہ تخت تونہالی تھا جو آج کل دھولی کہلاتا ہے۔

(۴) چوتھا صوبہ اپرانت تھا جس کی راج دھانی اجین تھی۔ یہاں بھی چندر گپت ہی کے زمانے سے کمار راج کرتا تھا۔ اگر چہ یہ صوبہ نہ تو سرحد پر تھا اور نہ نیا تھا لیکن اس کی اہمیت بندر گاہوں کی وجہ سے تھی یہ مصر و عرب کے تجارت کا مرکز تھا۔ خود اشوک بھی یہاں کا صوبے دار رہ چکا تھا۔ ان کماروں کے علاوہ موریا خاندان کے دوسرے شہزادے بھی مختلف صوبوں کے صوبے دار تھے۔ صوبے داری صرف خاندان والوں ہی کے لیے مخصوص نہیں تھی۔ ایسے با صلاحیت لوگ جو خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے اسے بھی صوبے داری کے منصب پر فائز کیا جاتا تھا۔

ان صوبے داروں کو کافی اختیارات دیے گئے تھے، جس طرح بادشاہ صوبے

داروں کا تقرر کرتے تھے اسی طرح صوبے داروں کو اختیار تھا کہ وہ اپنے ماتحتوں کا تقرر اپنے حساب سے کریں۔ بادشاہ صوبے داروں کے ماتحتوں کے تقرر، تعطل، برخاستگی اور ترقی میں کسی قسم کا دخل نہیں دیتا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ صوبے دار اپنے صوبے کا خود مختار حاکم تھا۔ اس کو مشورہ دینے کے لیے اور اس کی نگرانی کے لیے بادشاہ کی طرف سے کچھ اور افسر بھی مقرر کیے گئے تھے، جسے مہاماتر کہا جاتا تھا۔ ان مہاماتروں کی نگرانی میں صوبے کے مختلف محکمے ہوتے تھے، صوبے داروں کے لیے یہ لازم تھا کہ وہ مہاماتروں کے مشوروں پر عمل کرے۔ اس طرح کمار اور مہاماتر مل کر صوبے دار اور کونسل بن جاتے تھے۔

اضلاع کے حکّام:

اشوک کی حکومت میں صوبے داروں کے علاوہ ضلعی سطح کے جو افسران تھے ان کے لیے دو نام استعمال کیے گئے ہیں۔ ایک مہاماتر یعنی اعلیٰ افسران دوم پورش غالباً ان تمام افسروں اور اہل کاروں کو کہا جاتا تھا جو اعلیٰ افسروں کے ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ ویسے اور بھی کئی عہدے داروں کے نام ملتے ہیں جن کے بارے میں یقین سے کہنا مشکل ہے کہ واقعی ان کا عہدہ کیا تھا۔ مثلاً پریدیشک، راجیوک اور یکت، ممکن ہے کہ یہ عہدے دار کمشنر اور مجسٹریٹ قسم کے افسر ہوا کرتے ہوں بعض لوگوں کے مطابق یکت اور اس کے ماتحت اُپ یکت اضلاع کے حکام تھے، جن کا کام مال گذاری وصول کرنا اور ضلع کا عام انتظام کرنا تھا۔ گویا موجودہ زمانے کے مطابق کلکٹر اور اسسٹنٹ کلکٹر ہوا کرتے تھے۔ پریدیسک شہری کوتوالی کے

فرائض ادا کرتے تھے۔ یعنی وہ آج کل کے حساب سے سپرینٹینڈ ینٹ پولیس تھے اور راجیوک ضلع کے انتظامات اور جج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ویسے دھیوارک بھی ایک عہدہ تھا، جو غالباً جج کو کہا جاتا تھا۔ جو ہائی کورٹ کے جج کے برابر عہدے پر فائز تھے۔

مہاماتر تین طرح بلکہ چار طرح کے ہوتے تھے، اوّل دھرم مہاماتر، دوم اتی جھک مہاماتر سوم وچا بھومک مہاماتر، چہارم، انت مہاماتر۔ اتی جھک مہاماتر محل سرائے کہ داروغہ کے فرائض ادا کرتا تھا۔ لیکن اس کے فرائض صرف شاہی محلات کی نگرانی وحفاظت تک ہی محدود نہ تھے بلکہ وہ ضلع، صوبہ اور مملکت کی ہر عورت کے اخلاق کا نگراں تصور کیا جاتا تھا۔ اور مصیبت میں عورتوں کی مدد بھی اسی مہاماتر کے ذمہ تھی۔

وچا بھومک مہاماتر کے ذمہ شاہی جانوروں کی دیکھ بھال تھی۔ وہ جانوروں کے علاج اور اچھی نسل کے جانوروں کی افزائش کا اور جگہ جگہ ڈیریاں قائم کرنے کی ذمہ داری انہیں کے سپرد تھی۔

انت مہاماتر کو ہم آج کے زمانے کے مطابق سفیر کہہ سکتے ہیں، ان کا کام غیر ملکوں سے دوستی بڑھانا اور تعلقات قائم کرنا تھا۔ نیز دوسرے ملکوں میں مذہب کی تبلیغ کرنا بھی انہیں لوگوں کے ذمہ تھا۔

وزرا:

ان تمام مہاماتروں کے کاموں کی نگرانی کے لیے وزیروں کی ایک مجلس بھی

تھی، جسے پریشاد کہا جاتا تھا۔ پریشادوں کا کام حکومت کی ترقی اور بہبود کے لیے نئی نئی اسکیمیں بنانا تھا۔ شاہی فرمان کی پابندی کرانا، ماتحت افسروں کو ہدایتیں دینا اور بادشاہ کے طلب کرنے پر اسے مشورہ دینا بھی انہیں کے فرائض میں شامل تھا۔

پریشاد کا کام یہ بھی تھا کہ وہ صوبے کے نظام کو اس طرح چلائے کہ حکومت کا پیسہ مناسب طریقے سے مناسب کاموں اور لوگوں پر خرچ ہو، بعد میں پریشاد پر ایک اور ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ اس بات کی وضاحت کریں کہ رعایا کو کتنا خرچ کرنا ہے اور کتنا بچانا ہے۔ اشوک کہتا ہے کہ میں نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ اگر پریشاد میں میرے کسی زبانی حکم کے متعلق جو جاری کرنے اور عوام میں اعلان کرنے کے لیے دیا گیا ہے اور یا مہاماتروں کے کسی فوری فریضے کے بارے میں اختلاف رائے ہو یا اسے مجلس نامنظور کرتی ہو تو موقع محل، اور وقت کا خیال نہ کیا جائے اور مجھے فوراً اس اختلاف یا منظوری کی اطلاع دی جائے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر بادشاہ کوئی زبانی حکم دیتا تھا جو وزرا کی مجلس جسے پریشاد کہا جاتا تھا وہ اس پر غور کرتی تھی۔ اور اس حکم پر اسے اختلاف کا یعنی اسے نامنظور کرنے کا حق حاصل تھا۔ پریشاد کو یہ بھی حق حاصل تھا کہ وہ مہاماتروں کو کسی فوری ضرورت کے لیے حکم دے سکتی تھی اور اپنی طرف سے ہدایتیں جاری کر سکتی تھی اور اگر پریشاد میں ہی کسی معاملے پر آپس میں اختلاف ہو جاتا تھا تو اس معاملے کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔ بادشاہ کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوتا تھا۔

دوسرے افسران:

ظاہر ہے کے ملک کے نظام کو چلانے کے لیئے کئی طرح کے شعبوں اور افسروں کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اشوک نے بھی بہت سارے ایسے افسر مقرر کر رکھے تھے جن کا کام ریاستوں، شہروں اور ملک کے مختلف علاقوں اور گاؤں میں گھوم پھر کر معائنہ کرنا تھا ایسے افسروں کو ویست کہا جاتا تھا۔ ان افسروں کا فرض تھا کہ وہ اپنے علاقوں اور حلقوں کا دورہ کر کے یہ دیکھیں کہ شاہی احکام کی پابندی کی جارہی ہے یا نہیں؟ لوگ قانون کا احترام کرر ہے ہیں یا نہیں۔ اور یہ بھی کہ کہیں لوگ دھرم کے خلاف تو کوئی کام نہیں کرر ہے ہیں۔ اس طرح کی ذمہ داری دھرم مہاماتروں کی بھی تھی اور ضلع کے دوسرے افسروں پر بھی تھی اس طرح کے دورہ کرنے والے اور ڈاٹا جمع کرنے والے افسروں پر لازم تھا کہ وہ اپست یعنی سوم یا پھر شاہی سال گرہ کے موقع پر اپنے اپنے مرکز پر واپس آ جائیں اور مذہب کے بارے میں شاہی احکام کو وظیفے کی طرح بار بار پڑھیں اور ان پر غور کریں۔

افسروں کا ایک گروپ پرتی ویدک یعنی پرائیویٹ سکریٹری کہلاتا تھا۔ ان کو مخبر یا جاسوس بھی کہا جاتا تھا۔ موریہ سلطنت میں دنیا کی سبھی بڑی سلطنتوں کی طرح جاسوسی کا نظام بہت مضبوط تھا۔ چندر گپت کے زمانے میں تو چانکیہ نے طوائفوں سے بھی جاسوسی کا کام لینے کی طرح ڈال دی تھی۔ اشوک کے زمانے میں بھی جاسوسی کا نظام قریب قریب وہی تھا۔ اسی جاسوسی نظام کی وجہ سے شہنشاہ اپنے ملک کی ہر طرح کی حالت سے باخبر رہتا تھا۔ جاسوسوں کے لیے حکم تھا کہ شہنشاہ

چاہے جہاں ہوں اور جس حالت میں ہوں ان تک بلا تکلف خبر پہونچائی جائے۔

اشوک کی پالیسی:

اشوک میں بہ حیثیت بادشاہ کے وہ تمام صفات پائے جاتے تھے جن کا ذکر چانکیہ نے کیا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ؛

"اگر کوئی راجا محنتی ہوگا تو اس کی رعایا بھی محنتی ہوگی جب بادشاہ دربار میں ہو تو اسے چاہیے کہ وہ فریادیوں کو اور عرضی گذاروں کو دروازے کے باہر انتظار نہ کروائے بادشاہ کو چاہیے کہ داناؤں، منافقوں، وید کے عالموں، برہمنوں، دنیاوی بکھیڑوں، متبرک جگہوں، ناتوانوں، ضعیفوں، مصیبت زدوں، بے کسوں، اور عورتوں کے معاملات کو خود سنے اور طے کرے۔ ضرورت مندوں اور فریادیوں سے بادشاہ کو فوراً ملنا چاہیے۔ ان کو ٹالنا نہیں چاہیے۔ کیوں کہ بعد میں اس کا مداوا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ رعایا کی خوشی میں ہی بادشاہ کی خوشی مضمر ہے۔"

اشوک ان تمام چیزوں کا خیال رکھتا تھا۔ اپنی رعایا کا اپنے بچوں کی طرح خیال کرتا تھا اس نے ایک کتبہ میں لکھا تھا کہ؛

"تمام انسان میرے بچے ہیں اور جس طرح میں

اپنے بچوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ اسے دنیا و آخرت
دونوں کی خوشی اور راحت نصیب ہو اسی طرح میں تمام
انسانوں کے لیے دونوں جہان کی کامیابی چاہتا ہوں۔''

آج کل راجا کے باپ اور رعایا کے بچے والے تصوّر کا لوگ مذاق اڑائیں گے، مگر اس سے کم از کم اتنا تو پتہ چل ہی جاتا ہے کہ اشوک اپنی رعایا کے لیے مخلص تھا اور اس کا خیال رکھنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس نے ایک کتبہ میں لکھا ہے کہ؛ اگر کوئی شخص دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی ذات کو بھی دکھ پہونچائے گا تو بادشاہ اسے بہت حد تک معاف کر دے گا، اشوک نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کسی بے قصور کو بھی سزا نہ ہونے پائے وہ کلنگ کے حکام کو سختی سے حکم دیتا ہے کہ وہ کسی پر بے جا سختی نہ کریں۔ اس نے کہا کہ ''توسالی، اور جونا گڈھ اور سمانا کی رعایا کے ساتھ سختیاں برتی گئیں وہ بے جرم قید کیے گئے اور انہیں بے سبب پریشان کیا گیا'' وہ آگے ضلع کے افسروں کو حکم دیتا ہے کہ آپ لوگوں کو ایمانداری اور انصاف سے کام لینا چاہیے اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے استقلال اور استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر عمال و حکام اپنے فرائض ایمانداری اور خلوص کے ساتھ انجام نہیں دیں گے تو نہ تو وہ بادشاہ کے وفادار ہوں گے اور نہ جنت کے حقدار ہوں گے۔ جب ان احکامات سے بھی اس نے دیکھا کہ تسلّی بخش کام نہیں ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ آئندہ سے ہر پانچویں سال ایک خصوصی مہاماتر اس غرض سے بھیجا جائے گا کہ وہ افسروں کے کاموں کا معائنہ کرے اور یہ دیکھے کہ انہوں نے

رعایا کے حق میں بادشاہ کے احکام کا کہاں تک پالن کیا ہے۔ بادشاہ نے تکشلا اور اجین کے کماروں اور شہزادوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ بھی افسروں کی نگرانی اور ذمہ داری کی تکمیل کا اسی طرح معائنہ کروایا کریں۔

دھرم مہاماتروں کا تقرر:

دھرم مہاماتروں کے تقرر کا سلسلہ اشوک نے شروع کیا تھا۔ ان مہاماتروں کی ذمہ داریوں کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے؛

> ''اب سے پہلے مہاماتر نہیں تھے، جب میری تاج پوشی کو تیرہ برس ہو گئے تو میں نے دھرم مہاماتر مقرر کیے، ان کا کام ہر فرقے اور ملّت میں دھرم قائم کرنا تھا اور اس کی اشاعت کو یقینی بنانا تھا۔ اس کے علاوہ حق پسندوں کی خبر گیری کرنا اور ان کی خوشی کا خیال رکھنا تھا یوں کمبوجا، گندھار، اشتریکا اور مغربی ساحل کے دوسرے ممالک میں ان کا کام ان برہمنوں اور گرہستوں کی خبر گیری کرنا ہے جو کہ چاکری اور مزدوری کرتے ہیں۔ ان کا کام ضعیفوں اور لاچاروں کی خبر گیری کرنا بھی ہے۔ حاجت مندوں کو وظیفے دینا اور کثیر الاولاد غریبوں اور مظلوم قیدیوں کی رہائی کا بندوبست کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہیں۔ پاٹلی پترا اور دیگر شہروں میں میری اور میرے بھائیوں اور بہنوں کی محل سرا میں ہر جگہ

وہ متعین ہیں اور میری سلطنت کے ہر گوشے میں وہ ایسے حق پسندوں کے درمیان مشغول ہیں جو دھرم کی جانب رجحان رکھتے ہیں۔ یا دھرم کے پابند ہیں۔ یا صدقہ خیرات کے عادی ہیں۔"

اشوک رعایا کی مادی اور روحانی دونوں زندگی میں بھرپور دلچسپی لیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس کے لیے الگ سے ایک محکمہ قائم کر رکھا تھا۔ اور اس سے جڑے پڑھے لکھے افسر ملک کے ہر گوشے میں سرگرم تھے۔

صوبہ جاتی اختیارات:

اشوک نے اپنی تاج پوشی کے چھبیسویں سال میں ایک اہم انتظامی اقدام کیا، اس نے صوبوں کے عدل وانصاف کا ذمہ دار راجیوکوں کو بنا دیا، اس اصلاح کی وجہ اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ؛

میں نے راجیوکوں کو لاکھوں لوگوں کی جان و مال کا حاکم بنایا ہے میں نے ان کو عدالتوں کے انتظام اور مجرموں کی سزا کا اختیار کلّی دے دیا ہے۔ تا کہ وہ مطمئن ہو کر اپنا کام کریں، لوگوں میں نیکیاں اور خوشیاں پھیلائیں اور ان پر مہربانیاں کریں۔ ان راجیوکوں کو چاہیے کہ وہ رنج وخوشی کے اسباب پر غور کریں اور متقی لوگوں کی مدد سے دوسروں کو قانون پر عمل کرنا اور پرہیز گاری سکھائیں تا کہ انہیں دین

اور دنیا کی مسرتیں حاصل ہوں۔ جس طرح ایک آدمی اپنا
بچہ ایک ماہر اور تجربہ کار دایہ کے سپرد کر کے مطمئن ہو جاتا
ہے، اسی طرح میں نے راجیوکوں کو مقرر کر کے صوبوں کے
رعایا کی دیکھ بھال سونپ دی ہے۔ میں نے انہیں انصاف
کرنے اور سزا دینے میں اختیار دے دیا ہے۔ تاکہ وہ خوف
وخطر شبہ واندیشے سے آزاد ہو کر اپنا کام کریں۔

اس صوبہ جاتی اختیارات نے مرکز کو بعد میں کمزور کرنا شروع کر دیا اور بالآخر انہی اپنی خودمختاری کا بھی اعلان کر دیا۔ اس کو اشوک کی سب سے بڑی غلطی قرار دی جاتی ہے۔

فوج داری قانون:

موریہ حکومت میں سخت فوج داری قوانین نافذ تھے۔ اشوک نے اس میں نرمی لانے کی کوشش کی وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ جاری کر دیا ہے کہ ایسے مجرمین جن کو سزائے موت دی گئی ہے انہیں تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ ان کے رشتے دار راجیوکوں سے مل کر رحم کی درخواست کر سکیں اور ان کی سزائیں رکوا سکیں۔ یا پھر وہ صدقات وخیرات کر کے روحانی اذیت اور موت سے نجات حاصل کر سکیں۔ میری خواہش ہے کہ بہ حیثیت قیدی اور مجرم کے بھی لوگ اپنی آخرت سدھارنے کی کوشش کریں۔ اشوک نے اس بات کا بھی اہتمام کر رکھا تھا کہ ہر سال گرہ کے موقع پر کچھ قیدیوں کو رہا کر دیا کرتا تھا۔ اشوک نے دکھ کے ساتھ لکھا ہے کہ؛

"میری تاج پوشی کے چھبیسویں سال تک پچیس دفعہ قیدی چھوڑے جا چکے ہیں"

پھر بھی یہ امر قابل افسوس ہے کہ ایسے نیک دل بادشاہ نے جس نے بودھ دھرم کے پرچار کے لیے تن من دھن سب کچھ لگا دیا اور جس نے جانوروں کو ستانا اور مارنا قانوناً ممنوع قرار دے دیا انسانوں کے اعضا کاٹنا اور انہیں تختۂ دار پر چڑھانا جیسی سزائیں جاری رکھی۔ کیا اشوک کی وہ رعایا جو کسی بھی قسم کے جرائم کی شکار ہوئی ہو انسان نہیں تھی۔ اور کیا وہ مجرمین جنہیں اتنی سخت اور بھیانک سزائیں دی جاتی تھیں یہ نہ سوچتے رہے ہوں گے کہ کاش میں انسان کے بجائے حیوان ہی ہوتا، اس طرح سزاؤں سے بچ جاتا۔

اشوک کا مذہب:

اشوک بدھ مذہب کا ماننے والا تھا۔ وہ دنیا کا پہلا اور غالباً آخری ایسا بادشاہ تھا جس نے باضابطہ طور پر اپنی حکومت کی پوری طاقت بدھ مذہب کی تبلیغ میں لگا دی تھی۔ اس نے اپنے کئی لاٹھوں اور کتبوں میں خود کو ساکیہ، بدھ ساکیہ اور بودھ مذہب کا محافظ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے آپ کو اہنسا کا پجاری بھی کہا ہے۔ اس کے کتبوں اور لاٹھوں پر عام طور پر سفید ہاتھی، شیر، گھوڑا، اور سانڈ کی تصویریں بنی ملی ہیں۔ یہ چاروں جانور بودھ کی زندگی کے چار مرحلوں اور منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اشوک نے بودھ مذہب کب اپنایا:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اشوک بودھ مذہب کا پیرو کار تھا۔ مگر وہ بودھ

مذہب کی طرف کب اور کیسے راغب ہوا اس کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کلنگ کی جنگ میں جب لاکھوں لوگ قتل کر دیے گئے تو خون ریزی کا یہ منظر دیکھ کر اشوک اہنسا کی طرف راغب ہو گیا۔ اور بودھ مذہب قبول کر لیا۔ شروع شروع میں اشوک پر بودھ مذہب کا بہت اثر نہیں نظر آتا ہے۔ کیوں کہ وہ گوشت بھی کھاتا ہے اور رنگ رلیاں بھی مناتا ہے۔ بعد میں وہ یہ ساری چیزیں ترک کر دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مگولی کا لڑکا جو اس زمانے کا بڑا بودھ مذہب کا عالم تھا اس نے اشوک کو بودھ مذہب کی طرف راغب کیا اس کا نام تسا تھا۔ اسی ''تسا'' کی صدارت میں بودھ مذہب کی تیسری کونسل ہوئی جو نو مہینے تک چلتی رہی، اسی کونسل نے بودھ مذہب کی مشہور کتاب ''تری پٹھک'' تیار کرائی۔ یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اشوک نے تسا کے ساتھ بودھ مذہب کے کئی مقدس مقامات کی زیارت کی۔ تسا کے مرنے کے بعد اشوک کا لڑکا مہندر سنگھ کونسل کا صدر بنا اور اس کی بیٹی سنگھ مترا راہبہ بنی۔

اشوک نے بودھ مذہب کی تبلیغ میں زور و شور سے حصّہ لینے کے باوجود دنیا ترک نہیں کی لیکن اس نے اپنے ولی عہد مہندر سنگھ اور اپنی بیٹی سنگھ مترا کو اس کی اجازت دے دی کہ وہ دونوں تارک الدنیا ہو کر بودھ مذہب کی تبلیغ کے کاموں میں لگ جائیں۔

اشوک خود بھی مقدس مقامات کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے بودھی درخت کی زیارت کی۔ اس کے بعد اشوک بودھ کی جائے پیدائش کی

زیارت کو گیا اور وہاں کے لوگوں کا ٹیکس ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا۔ اشوک کی بودھ مذہب سے عقیدت کا اندازہ جے پور کے ایک کتبے سے ہوتا ہے۔ اس پر لکھا ہے کہ؛

پر یہ درشن بادشاہ مگدھ سنگھ کو سلام کہتا ہے۔ اور اس کی خیر و عافیت کا خواہاں ہے۔

محترم بزرگو! بودھ دھرم اور سنگھ سے میری جو عقیدت ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ محترم بزرگو! مقدس بودھ نے جو کچھ ارشاد کیا ہے وہ سب درست ہے۔ حضرات ان میں سے جو باتیں میں نے اس جلیل القدر مذہب کے قیام کے لیے منتخب کی ہیں ان کا اعلان مناسب معلوم ہوتا ہے۔

محترم بزرگو! وہ دھرم کی مندرجہ ذیل کتابیں ہیں یا پھر کتابوں کے مخصوص حصّے ہیں۔

(۱) ونایا سا موکس (اخلاقیات پر خطبات)

(۲) الیہ وسانی (زندگی گذارنے کے بہترین طریقے)

(۳) انگت بھیانی (مستقبل کا خوف مذہب اور سنگھ کو پیش آنے والے خطرات

(۴) منی گاتھا (راہبوں کے گیت)

(۵) مونیاسوتی (عقل مندوں کی سیرت)

(۶) اپاتیسا یسینی (ایاتیسا کے سوالات)

(۷) راہل سوت (بودھ کے وہ خطبات جو انہوں نے

راہل کو دیے تھے اور جو جھوٹ کے نقصانات کے

بیان سے شروع ہوتے ہیں۔

ان باتوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اشوک بودھ مذہب کی انہیں چیزوں پر زیادہ توجہ دیتا تھا جو اخلاقیات اور عمل صالح سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ عقیدہ اور رسم و رواج کے جھگڑوں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اشوک نے بودھ مذہب کی تبلیغ کے لیے جن مبلغین کا انتخاب کیا تھا اور انہیں جن ممالک میں بھیجا تھا اس کی تفصیل یہ ہے؛

(۱) مجھالنک: اسے کشمیر اور کندھار کے علاقے میں بھیجا تھا۔

(۲) رکسیت: اسے یونان اور آس پاس کے ممالک میں بھیجا تھا۔

(۳) مجھما: اسے ہمالیہ کے علاقے اور اس سے ملحق ممالک میں بھیجا تھا۔

(۴) دھرم رکسیت: اسے ہندوستان کے مغربی علاقے میں بھیجا تھا۔

(۵) مہادھرم رکسیت: اسے مہاراشٹر اور بندھیاچل کے علاقے میں بھیجا تھا۔

(۶) مہادیو: اسے میسور کے دکنی علاقے میں بھیجا تھا۔

(۷) رکسیت: اسے کناڈا کے مغربی علاقے میں بھیجا تھا۔

(۸) مہندر: اسے سری لنکا میں بھیجا تھا۔

(۹) سون اتر: اسے پیگو اور مولمین میں بھیجا تھا۔

ان مبلغین کی محنت سے جن لوگوں نے بودھ مذہب قبول کیا؛ اس کی تفصیل یہ ہے مجھما اور ان کے ساتھیوں کی تبلیغ سے ہمالیہ کے ممالک میں اسی لاکھ لوگوں نے بودھ دھرم کو اپنایا۔ دھرم رکسیت سے یونان کے مغربی علاقے میں ۳۷ ہزار لوگوں نے بودھ مذہب قبول کیا۔

مجھالنک کی تبلیغ سے کشمیر اور کندھار میں اسی ہزار لوگوں نے بودھ مذہب اختیار کیا۔

مہادیو: کی تبلیغ سے میسور میں چالیس ہزار لوگوں نے بودھ مذہب قبول کیا۔

رکسیت: کی تبلیغ سے شمالی کناڈا میں چوراسی ہزار لوگوں نے بودھ مذہب کو اپنایا۔

سون اتر: کی تبلیغ سے پیگو اور مولمین میں ساٹھ ہزار لوگوں نے بودھ مذہب قبول کیا۔

مہندر کا لنکا جانا:

لنکا کے بادشاہ نے جب بودھ مذہب کے چرچے سنے تو اسے بودھ مذہب میں دلچسپی پیدا ہوئی چنانچہ لنکا کے بادشاہ دوانم پیا تسا نے بودھ مذہب کے بارے میں تحقیق لیے ایک وفد اشوک کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر ایک

ہفتے میں پاٹلی پترا پہونچے ان لوگوں کی درخواست پر اشوک نے اپنے بیٹے مہندر اور نواسے سومن کی ماتحتی میں بودھ مبلغین کی ایک جماعت لنکا روانہ کی کچھ دنوں کے بعد پھر وہاں سے ایک وفد آیا جس نے اشوک سے درخواست کی کہ بودھی درخت کی ایک شاخ عنایت کی جائے اور اس کے ہمراہ مہندر کی بہن سنگھ مترا کو بھی لنکا بھیج دیا جائے تاکہ عورتوں میں بودھ مذہب کی تبلیغ ہو سکے۔ اشوک نے لنکا کے وفد کی درخواست قبول کر لی اور 252 ق م میں خود ایک فوج کے ساتھ اپنی لڑکی اور بودھی درخت کی شاخ کو تمرالپٹی بندرگاہ تک چھوڑنے گیا۔ یہ شاخ بہت احترام کے ساتھ ایک کشتی پر رکھی گئی اور وہاں سے لنکا پہونچی۔ جسے سنگھ مترا نے اپنے ہاتھوں سے لنکا کی زمین پر لگایا جو آج تک ایک چھتنارے درخت کی شکل میں قائم ہے۔

تیسرا وفد سومن کی ماتحتی میں لنکا سے آیا۔ اس وفد کا مقصد یہ تھا کہ بھگوان بودھ کی کوئی خاص نشانی جیسے ہڈی، بال، یا دانت مل جائے جسے لنکا لے جایا جا سکے اشوک نے یہ تحفہ بھی اسے عطا کر دیا۔ بودھ کی ہڈی لنکا میں ایک استوپ کے نیچے دفن کر دی گئی، جو زیارت گاہ عام و خاص بن گئی اور اس طرح لنکا میں تیزی سے بودھ مذہب پھیل گیا۔

مذہب کا عملی رخ:

بودھ مذہب کو عملی طور پر اخلاقی نوعیت کا مذہب کہا جاتا ہے۔ البتہ اس میں بعض اصولی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں۔ عملی طور پر بودھ مذہب جو کچھ پیش کرتا ہے

وہ ان ارکان پر مشتمل ہے۔

(ا) ماں باپ، بزرگوں، استادوں اور اپنے سے برتر مثلاً زیادہ رتبے والے زیادہ تنخواہ پانے والے لوگوں کی اطاعت کرنا۔

(۲) برہمنوں، سرامنوں، عزیزوں، ملازموں، غلاموں، غریبوں، مصیبت زدوں، دوستوں، ملاقاتیوں، اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

(۳) راہبوں، برہمنوں، سرامنوں، دوستوں، ساتھیوں، عزیزوں اور ضعیفوں کے معاملے میں سخاوت سے کام لینا۔

(۴) جان داروں کو مارنے اور ستانے سے پرہیز کرنا۔

ان تمام صفات کو کئی جگہ الگ الگ انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

رواداری، رحم دلی، سچائی، سخاوت، تقدس، صفائی قلب، ضبط نفس، احسان مندی، ظاہر و باطن کی پاکیزگی، اخلاق سے وابستگی، راسخ الاعتقادی اور آمد و خرچ میں اعتدال۔

اشوک نے ایک کتبے میں لکھا ہے کہ دھرم ذیل چیزوں پر مشتمل ہے۔

نوکروں اور غلاموں کے ساتھ مراعات، ماں باپ کی اطاعات، دوستوں عزیزوں، شناساؤں برہمنوں، سرامنوں کو تحفے تحائف دینا اور جانداروں کے ذبح کرنے سے

بچنا۔

اور ایک جگہ لکھا ہے کہ؛

دھرم کی شدید محبت رکھنا، بے انتہا معرفت نفس، سخت اطاعت، تقویٰ، سخت ریاضت اور بے پایاں قوت عمل کے بغیر دنیا اور عقبیٰ کا حاصل کرنا سخت مشکل ہے۔ دھرم پر قائم رہو، دھرم کے مطابق انتظام کرو، دھرم کے ذریعے خوشی پھیلاؤ، اور دھرم کے ذریعے حفاظت کرو۔

اشوک اپنے تمام رشتے داروں، دوستوں، اور عزیزوں کی عاقبت کی بھی فکر کیا کرتا تھا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ؛

میں اپنی توجہ اپنے اعزاز پر بھی مبذول رکھتا ہوں، ان لوگوں پر بھی جو قریب ہیں اور ان پر بھی جو دور ہیں۔ تا کہ میں ان کی رہبری کر سکوں اور انہیں ابدی مسرت حاصل ہو سکے۔

دھرم کا اصولی پہلو:

اشوک کے دھرم کے اصولی پہلو پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دھرم بہت حد تک عقلی تھا وہ ایک بہت بڑی سلطنت کا شہنشاہ تھا ایسی سلطنت کا جو ہرات سے لے کر آسام تک اور کشمیر سے لے کر میسور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس سلطنت میں مختلف قوموں اور فرقوں کے لوگ رہتے تھے۔

مناظروں اور مجادلوں کا زور تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے مذاہب کو نیچا دکھانے کے لیے آپس میں دست و گریبان ہو جاتے تھے اور نوبت جنگ و جدال تک پہونچ جاتی تھی۔ اسی لیے اشوک اعتدال اور عقل سے زیادہ کام لیتا تھا۔ مذہب کے اصولی پہلو کی وضاحت اس طرح کی جاتی ہے۔

(۱) اس نے سب سے پہلی چیز جس پر دھرم میں زور دیا وہ وسعت نظری اور بے تعصبی تھی، وہ مناظرے اور مجادلے سے منع کرتا تھا اور مشفقانہ انداز میں کہتا تھا۔

"اصول بہت سے ہیں مگر ان اصولوں کی روح زبان کو قابو میں رکھنا اور رواداری ہے۔ یعنی بغیر کسی خاص ضرورت کے اپنے مذہب کی تعریف کرنا اور دوسروں کے مذاہب کو کم تر گرداننا غلط ہے۔ دوسرے مذاہب کی تقصیر صرف مخصوص حالت میں ہی کی جاسکتی ہے" اس کے برخلاف دوسروں کے مذاہب کے احترام کی بہت ساری دلیلیں موجود ہیں۔ ایسا کرنے سے اپنے مذہب کی عزت بڑھتی ہے۔ اور دوسرے مذہب کی خدمت ہوتی ہے۔ جب کہ اس کے خلاف کرنے سے خود اپنے مذہب کو نقصان پہونچتا ہے اور دوسروں کو تکلیف پہونچتی ہے جو شخص بھی اپنے مذہب کی تعریف اور دوسروں کے مذاہب کی توہین کرتا

ہے۔ وہ اپنے مذہب کو نقصان عظیم پہونچاتا ہے۔ البتہ مباحثہ اچھی چیز ہے کیوں کہ اس سے بہت سے لوگوں کو دوسروں کے مذاہب کی اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے دھرم کے بارے میں جاننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

اشوک اپنے زمانے میں پائی جانے والی طرح طرح کی ریتوں اور رسوم سے بھی خوش نہیں تھا وہ کہتا ہے کہ؛

''مصیبت کے وقت شادیوں میں پیدائش کے وقت اور سفر میں لوگ طرح طرح کی رسمیں بجالاتے ہیں، ایسے اوقات میں عورتیں فضول اور بے کار قسم کی رسمیں بجالاتی ہیں لیکن ایسی بے کار رسموں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔ ہاں ایسی رسمیں بے شک مفید ہیں جو دھرم سے متعلق ہیں۔ مثلاً ملازموں، کنیزوں غلاموں سے اچھا برتاؤ کرنا، استادوں کی عزت، جانور آزاری سے پرہیز، یہ سب باتیں قابل تعریف ہیں۔''

اشوک کے نزدیک اچھی رسمیں وہی ہیں جو انسان کے عادات و اطوار کو سنوارے اور اسے نیک کردار اور روادار بنائے اور دین و دنیا دونوں کی فلاح کا جواز بنے۔ وہ آگے مزید لکھتا ہے کہ؛

''صرف دھرم پر عمل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے
بلکہ اس کی کوشش بھی کرنی چاہیے کہ دوسرے لوگ بھی دھرم
پر عمل کریں۔ یعنی ہر شخص صرف دھرم کا پابند ہی نہ ہو بلکہ اس
کا مبلغ بھی بن جائے کیوں کہ دوسروں کے لیے دھرم کا ہدیہ
ہی سب سے بڑا ہدیہ ہے۔ یہی ہدیہ ایک دوسرے کو دینا
چاہیے، یہی سب سے بڑا انسانی فریضہ ہے۔ اور یہی اخوت
و مروت کی دلیل ہے۔''

اشوک کے نزدیک دھرم کی ترقی دو طرح سے ممکن ہے۔ ایک تو دھرم کے
قوانین کے ذریعے۔ دوسرے غور و فکر سے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ؛

''ان دونوں ذرائع میں سے دھرم کے قوانین خاص
اثر نہیں رکھتے ہیں، لیکن غور و فکر کرنا بہت مؤثر ثابت ہوتا
ہے۔ دھرم کے قوانین تو وہی ہیں جن کا میں نے حکم دیا ہے
یعنی فلاں فلاں جانور نہ مارے جائیں گے اور اسی طرح کے
اور احکامات جو میں نے دھرم کے متعلق دیے ہیں، لیکن غور و
فکر کے ذریعہ رعایا کے دھرم میں اس طرح ترقی ہوئی کہ
انہوں نے خود غور و فکر کر کے ہر جان دار کو ستانے سے پرہیز
کیا یعنی اہنسا کو اپنایا۔''

اشوک کا اہنسا ذرا مختلف ہے۔ یعنی اس نے جو جانوروں کے ذبح سے منع کیا

ہے تو یہ کلی طور پر منع نہیں کیا ہے۔ یعنی اس نے جانوروں کی ایک لمبی فہرست شائع کی تھی کہ کن جانوروں کو ذبح نہیں کرنا ہے اور کن کن جانوروں کو خاص خاص موقعوں پر ذبح کرنا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اشوک کے زمانے تک بیل اور گائے کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ اسمتھ نام کے مورخ نے لکھا ہے کہ؛

ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حکومت تکشلا کو اس میں کوئی پس وپیش نہیں ہوا کہ وہ ہزاروں مویشی ذبح کرنے کے لیے خاص طور سے تیار کر کے سکندر کو پیش کرے۔ یہی تکشلا کے جذبات غالبًا اشوک کے بارے میں ایک ایسی عادت کو ممنوع قرار دینے میں حائل ہوئے جسے اس کی شمالی مغربی رعایا آسانی سے ترک کرنے کے لیے تیار نہیں تھی یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ تکشلا کے پبلک کے جذبات اس معاملہ میں مقدونیہ کے بادشاہ کی آمد کے بعد سے صرف چوہتر برس میں بالکل بدل گئے ہوں۔ ان حقائق سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ موجودہ ہندومذہب کی جو آج خاص علامت گائے کو حددرجہ مقدس سمجھنے کی ہے، اس جذبے نے کیوں کر ترقی کی۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ جذبہ پرستش اپنی موجودہ شدّت کے ساتھ سکندر اور اشوک کے زمانے میں ترقی پذیر نہیں ہوا تھا۔

اشوک کے نزدیک ملکوں کا فتح کرنا سچی فتح نہیں ہے سچی فتح دھرم کی فتح ہے۔ وہ اپنے سنگی کتبے ۱۳ میں لکھتا ہے کہ:

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی رائے میں دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح ہے۔ میرے بیٹے، پوتے جو بھی ہوں فتوحات حاصل کرنے کو بڑی بات نہ سمجھیں یعنی وہ فتح جو طاقت اور تلوار کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ انہیں صبر اور رحم سے مسرت حاصل کرنی چاہیے اور اسی فتح کو سچی فتح سمجھنا چاہیے جو دھرم کے ذریعہ حاصل ہو۔ ایسی فتح سے دنیا اور عاقبت دونوں سدھر جاتے ہیں۔

ایک اور کتبے ۱۰ میں اشوک لکھتا ہے کہ:

"دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ اپنی بڑائی اور شہرت اس کے علاوہ اور کسی امر میں نہیں چاہتا کہ اس کی رعایا دھرم کی باتوں کو دل سے سنے اور اس پر عمل کرے۔ صرف اسی بات کے لیے دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ پریہ درشن عزت اور شہرت کا متمنی ہے۔"

دھرم مہاماتروں کے فرائض:

اشوک نے دھرم مہاماتروں کے ذمے یہ کام سونپا تھا کہ وہ تمام مذاہب کی نگرانی کریں، اور ان کے آپس کے اختلافات کو دور کر کے ان میں اتحاد و اتفاق

پیدا کریں تا کہ رعایا کو معلوم ہو سکے کہ بودھ مذہب کو ماننے والے لوگوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی اچھائی کے پرستار ہوتے ہیں۔ اشوک نے لکھا ہے کہ؛

"میرے مہاماتر بھی بادشاہ کی خوشنودی کے لیے راہبوں اور گرہستیوں دونوں سے متعلق مختلف قسم کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ وہ ہر مذہب کے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ بدھ مت کے سنگھ کی بھی نگرانی کریں۔ اسی طرح میں نے حکم دیا ہے کہ وہ برہمن اور راجیوک راہبوں کی بھی خدمت کریں۔ نرگنتھوں کے معاملات کی دیکھ بھال بھی میں نے انہیں کے سپرد کی ہے اور مختلف ملتوں کی نگہبانی کرنے کا حکم بھی میں نے انہیں دیا ہے۔ خاص خاص مہاماتر خاص خاص فرقوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ لیکن میرے دھرم کے مہاماتر ان فرقوں کی بھی خدمت کرتے ہیں جن کے لیے وہ خاص طور سے مقرر نہیں کیے گئے ہیں۔"

ان مہاماتروں کے ذمہ تمام مذاہب کی نگرانی کے علاوہ صدقہ، خیرات کی وصولی اور پھر اسے مستحقین میں تقسیم کرنا بھی تھا۔ چنانچہ اشوک اپنے ساتویں لاٹھ میں لکھتا ہے کہ؛

"یہ دھرم مہاماتر اور دوسرے بڑے افسر میری اور راہبوں کی جانب سے خیرات کی تقسیم بھی کرتے ہیں اور میری تمام حرم سراؤں میں خواہ وہ یہاں ہوں یا دوسرے صوبوں میں الگ الگ صورتوں میں اس طرح کے کام کرتے رہتے ہیں جو باعث مسرت ہوتی ہے۔ میں نے ان کو حکم دے رکھا ہے کہ میرے بیٹوں اور دوسری رانیوں کے بچوں کی طرف سے بھی خیرات تقسیم کریں۔"

یہ خیرات صرف راجا، رانیوں، اور شہزادوں، شہزادیوں ہی کی طرف سے محدود نہیں تھے، مہاماتروں کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ دوسرے اہل خیر حضرات سے بھی خیرات کی رقم لے کر غریبوں میں تقسیم کریں۔

یہ خیرات صرف محتاجوں، فقیروں اور غریبوں میں تقسیم ہی نہیں کیے جاتے تھے بلکہ اس سے دوسرے کام بھی کیے جاتے تھے۔ جس سے رفاہ عام کو فروغ حاصل ہوتا تھا۔ لوگ بادشاہ کی تقلید میں خود بھی سڑکوں کے کنارے درخت لگانے کا کام کرتے تھے۔ کنویں کھدواتے تھے، مختلف پھلوں کے باغ لگواتے تھے اور انسانوں اور جانوروں کو آرام پہونچانے کے مختلف قسم کے کاموں میں حصّہ لیتے تھے۔ بادشاہ نے یہ کام اس لیے کیے تھے کہ لوگ دھرم کی پیروی

کریں۔

اشوک کی ایک نظم کا ترجمہ دیکھیے؛

وہ کون لوگ ہیں جن کے رتبوں میں شب وروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ کون ہیں جو اپنی نیکوکاری اور حسن عمل کی وجہ سے دنیا سے سیدھے جنت میں جائیں گے، وہ باغ اور پھل دار درخت لگانے والے، سڑکیں، نہریں، کنویں تعمیر کرانے والے اور سبیلیں قائم کرنے والے ہیں۔ بے گھروں کے لیے گھر بنوانے والے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کے مراتب رات دن بڑھتے رہتے ہیں۔ اور جو اُن نیکوکاری اور حسن عمل کی وجہ سے دنیا سے سیدھے جنت میں جائیں گے۔

دھرم کی اشاعت کے لیے اشوک نے مذہبی تحریروں کو اپنی لاٹھوں، کتبوں اور پتھروں پر کندہ کروادیا۔ اس نے یہ سارا کام صرف اپنا نام زندہ رکھنے کے لیے یا شہرت کے لیے نہیں کروایا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ؛

''میں نے کتبے اس لیے تیار کروائے ہیں کہ آنے والی نسلیں میرے کاموں سے سبق لیں اور میری ہی طرح دھرم کے فروغ کے لیے کوششیں کریں۔ اس خیال سے کہ میری آنے والی نسلیں میری باتوں پر عمل کرے۔ اور اس کام میں

کوئی کمی نہ ہونے دے۔"

اشوک نے مریض انسانوں اور بیمار جانوروں کے لیے اسپتال کھولے اور ان کے لیے دواؤں کا انتظام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"جہاں کہیں انسانوں اور بیمار جانوروں کے علاج کے لیے جڑی بوٹیاں نہیں پائی جاتی ہیں میں نے ان تمام مقامات پر دوسری جگہوں سے جڑی بوٹیاں منگوا کر لگوادی ہیں۔ تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔"

اشوک نے دوا، علاج اور جڑی بوٹیوں کا مہیا کرانا صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ جہاں جہاں بودھ مذہب پھیلا اور جن جن ممالک میں اس کا اثر و رسوخ پھیلا ان تمام ملکوں اور علاقوں میں اس نے اسی طرح علاج و معالجے کا اہتمام کیا۔

عہد اشوک کے سماجی حالات:

اشوک کے زمانے کی سماجی حالت کا تفصیلی علم معلوم نہیں ہوسکا ہے، لیکن اس کے کتبوں اور لاٹوں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ اس عہد کی سماجی صورت حال کی اچھی خاصی عکاسی کرتی ہے۔ ان کتبوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں چار مذاہب کے اثرات سب سے زیادہ تھے۔ اوّل برہمن، دوم اجیوک، سوم سنگھ، اور چہارم نرگنتھ۔

برہمن شیوا اور وشنو کے پجاری تھے، جو ویدوں کو ماننے والے تھے، جو گوشت

کھاتے تھے اور قربانیاں دیتے تھے۔

سنگھ: سنگھ سے مراد بودھسٹوں کی خاص جماعت تھی اس میں گرہست بھی تھے اور راہب بھی۔ ان راہبوں میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے۔ مرد راہبوں کو بھکشو (بھکاری) عورت راہبوں کو بھکشنی (بھکارن) کہا جاتا تھا۔

برہمنوں کے کئی مندر تھے، جن میں وہ اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، اور اسی زمانے میں دیوتاؤں کی مورتیاں بنانے کی رسم کو بھی کافی ترقی ملی تھی۔ جو کثرت سے بنتی تھیں اور دوکانوں میں بکتی تھیں۔ خود چندرگپت موریا بت تراشوں اور مورتی بنانے والوں کی سرپرستی کرتا تھا اور ماہر بت گروں اور بت تراشوں سے بت بنوا کر بت فروشی کے فرائض انجام دیتا تھا۔

اشوک نے جب دھرم پھیلانے کے لیے مختلف قسم کے اجتماعات کیے، جلوس نکالے اور طرح طرح کے پروگرام کرتے ہوئے طرح طرح کے مناظر دکھانے اور شبیہیں پیش کرنے شروع کیے تو آہستہ آہستہ مورتیاں بنانے کے کاروبار نے بھی زور پکڑنا شروع کیا۔ اشوک نے دیوتاؤں کی مورتیاں بنوانے کی طرف توجہ کی اور اس کی تجارت کو فروغ دیا جس سے اشوک کی حکومت نے خوب منافع کمایا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جس طرح برہمنوں کے منادر تھے اسی طرح بودھسٹوں کی عبادت گاہیں بھی تھیں۔ جو مقدس سمجھی جاتی تھیں۔ اس کے بارے میں مولانا غلام یزدانی صاحب نے تفصیل سے لکھا ہے، ایک اقتباس سے اندازہ ہو جائے گا کہ بودھی عبادت گاہیں کس کس طرح کی تھیں اور وہ عبادت

خانے کے طور پر کام میں لائی جاتی تھیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ؛

یہ عمارتیں تین اقسام کی ہیں، اوّل ''استوپا'' ہے، ابتدا میں یہ مدفن یا مقبرہ کے طور پر دیکھی اور سمجھی جاتی تھیں۔ جہاں بودھ کی ہڈیاں یا دانت وغیرہ جسم کا کوئی عضو بطور یادگار دفن کیے گئے تھے جو بعد میں زیارت گاہ اور پھر عبادت گاہ بن گئی۔

''استوپا'' بناوٹ کے اعتبار سے زمانہ ماقبل تاریخ کے مقابر کے جیسی تھی جن کو کیرن کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ کیرن کے درمیان میں مٹی کا ایک تودہ یا ڈھیر ہوتا ہے اور چاروں طرف بڑے بڑے پتھر نصب ہوتے ہیں۔ استوپا اور کیرن میں صرف اتنا فرق ہے کہ مٹی کے ڈھیر کو اینٹوں یا پتھروں سے گھیر دیا جاتا تھا۔ اور چاروں طرف بڑے بڑے پتھر نصب کرنے کے بجائے اسے پتھروں کے کٹھرے بنا کر گھیر دیے جاتے تھے، بودھسٹوں کی دوسری قسم کی مقدس عمارتیں یا عبادت گاہیں چیتیا کہلاتی ہیں۔ یہ خاص قسم کی عبادت گاہیں ہوتی ہیں، اس میں سرہانے کی جانب استوپا بنا ہوتا ہے جو پرستش یعنی عبادت کے لیے کام آتی ہے۔

بودھسٹوں کی تیسری مقدس عمارت یا عبادت گاہ وہار

یعنی خانقاہ کہلاتی تھی، بلکہ کہلاتی ہے۔ اس کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ درمیان میں ایک چوکور جگہ بیٹھنے کے لیے ہوتی ہے اور چاروں طرف بھکشوؤں کے رہنے اور ریاضت کرنے کے لیے کمرے بنے ہوتے ہیں۔ اور اس عمارت کے ایک طرف ایک حجرے میں بودھ کی مورت رکھی ہوتی ہے تا کہ بھکشوؤں کو عبادت اور ریاضت میں ڈوبے رہنے میں مدد مل سکے۔

بدھ دھرم پر دوسرے دھرموں کے اثرات:

یہاں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ بودھسٹوں کی جو عبادت گاہیں استوپا یا استوپ کی شکل میں تعمیر ہوئی تھیں وہ صرف بودھ کی ہڈیوں یا دانتوں کے مدفن ہی تک محدود نہیں تھی بعد میں بودھ دھرم کے ماننے والے جو بودھی ولی اور مہاتما یا بڑے عبادت گذار اور پجاری ہوئے ان کی یادگاریں بھی اسی طرح قائم کی گئیں، خود اشوک نے ایسے بدھسٹ بزرگ کنکان کے استوپ کی زیارت کی جو نگلیوا میں تھی اور اس عمارت کی توسیع کے لیے فنڈ بھی مہیا کیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ خود اشوک ہی کے زمانے میں بدھ مت میں کافی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ یعنی مہاتما بدھ کے علاوہ دوسرے بڑے بدھسٹ یا بدھ بزرگ بھی پوجے جانے لگے تھے۔

ایک بات قابل توجہ ہے کہ اشوک نے نروان، لفظ کے بجائے آخرت اور دوسری دنیا کے سدھارنے کی بات بار بار کہی ہے۔ اشوک نے اپنی کسی تحریر میں

جہنم کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ جہنم کے عذاب سے ڈرانے اور اس سے بچنے کی بات کہی ہے۔ جبکہ خود اشوک نے ایک جہنم تیار کروایا تھا۔ جہاں وہ طرح طرح کی سزائیں ایجاد کرتا تھا۔ ہوان سانگ نے اشوک کے جہنم کا ذکر کیا ہے کہنے کا مطلب یہ کہ دوسرے قدیم مذہبوں کی طرح بدھ مذہب بھی آہستہ آہستہ اپنی اصلیت سے دور ہوتا چلا گیا۔

اشوک کے عہد کا تیسرا مذہب نرگنتھ ہے۔ یہ اس مذہب کا نام ہے جسے ہم جین دھرم کہتے ہیں۔ یہ مذہب سب سے زیادہ زور اہنسا پر دیتا تھا۔ اور دنیا کی لذت اور عیش و آرام سے گریز کرتا تھا اور اسی کے ذریعہ موکش یعنی نجات حاصل کرنے کا درس دیتا تھا۔ اشوک کے زمانے میں جینیوں کی خاصی بڑی تعداد تھی خود اشوک کا دادا چندر گپت موریا نے اپنی آخری عمر میں اس مذہب کو اپنا لیا تھا۔ خود اشوک کے یہاں جین مت کے اثرات صاف صاف نظر آتے ہیں۔ مثلاً اس نے حکم دیا تھا کہ گیہوں اور جو کے چھلکے اور بھوسے نہ جلائے جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں کیڑے پڑ گئے ہوں، اس طرح کیڑے جل جائیں گے جو اہنسا کے خلاف ہوگا۔

اشوک کے عہد کا چوتھا مذہبی گروہ اجیوک کہلاتا تھا۔ اجیوک ایسا دھرم یا مت تھا جو دو فرقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک برہمنی فرقہ تھا اور دوسرا غیر برہمنی فرقہ تھا۔ جینیوں کی طرح یہ فرقہ بھی اہنسا کا قائل تھا۔ مگر یہ فرقہ گوشت بھی کھاتا تھا۔ اور تقریباً ایسی ہی زندگی بسر کرتا تھا جیسی زندگی آج کل کے سادھو بسر کرتے ہیں۔

انہیں برہمنی اجیوکوں کے لیے اشوک نے بارابار کے دو غار تیار کروائے تھے جن کی کاریگری کو دیکھ کر آج بھی دنیا حیران ہے۔ ان تمام مذاہب کی تعلیمات پر توجہ کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے اصول فلسفہ کی بنیاد پر بنائے گئے تھے۔ اور اپنے زمانے کے ترقی یافتہ مذاہب تھے۔ اشوک سبھی مذہبوں کی سرپرستی کرتا تھا۔ اشوک جو اپنے کتبوں میں بار بار براہمن اور سرامن کا نام لیتا ہے تو براہمن سے تو براہمن ہی مراد ہے۔ مگر سرامن سے وہ سبھی مذاہب مراد ہیں جو براہمن واد کے علاوہ تھے۔ مثلاً بودھ، جین اور اجیوک یا وہ سارے مذاہب جو ان کے علاوہ بھی اگر رہے ہوں۔ اشوک کے کتبوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان تمام مذاہب کے علما آپس میں مناظرہ بھی کرتے تھے۔ جو اشوک کو پسند نہیں تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ آپس میں کسی بھی نام پر تفرقہ میں پڑیں۔ وہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کی دل آزاری سے گریز کرتا تھا۔

تعلیمی مراکز:

اشوک کے زمانے میں حصول علم کے مراکز بدھوں کی خانقاہیں تھیں یا اجیوکوں کے غار اور مٹھ تھے۔ امراء و شرفا اور ان کے بچے انہیں مقامات پر جاکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ عوام کو علم حاصل کرنے کا حق نہیں تھا۔ اشوک کے زمانے میں عام طور پر لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اشوک اپنے لاٹوں اور پتھروں پر کتبے لکھ کر نصب کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتا۔ اس زمانے میں پالی زبان کا عام رواج تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اشوک ہی کی توجہ

سے پالی زبان کو عروج حاصل ہوا اور وہ پورے ملک کی زبان بن گئی تو غلط نہ ہوگا۔ کیوں کہ اشوک کا ہر کتبہ پالی زبان میں لکھا ہوا ہے اگر یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اشوک نے اپنے ملک میں تعلیم کے لیے اچھا ماحول بنایا ہوگا تو غلط نہیں معلوم ہوتا ہے۔

گھریلو زندگی:

اشوک کے کتبوں میں جس طرح مذہبی زندگی گذارنے والوں کو براہمن، سرامن کہا گیا ہے، اسی طرح گھریلو زندگی جینے والوں کو گرہست اور کہیں کہیں ویشی بھی کہا گیا ہے۔ شودر کا لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔ البتہ مزدوروں کے لیے ''بھرتک'' اور غلاموں کے لیے ''داس'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ خاص مراعات برتنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اشوک کے زمانے میں غلامی کا رواج عام تھا۔ مگر ذات پات اور اونچ نیچ کی تفریق کا تصوّر واضح نہیں تھا۔

اشوک کے کتبوں سے خاندانی زندگی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ تقریباً ویسی ہی ہیں جیسی آج بھی ہندو گھرانوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً ماں باپ کی اطاعت، بزرگوں کی عزت، مفلسوں اور مظلوموں کی خبر گیری، ملازموں، کنیزوں اور غلاموں سے حسن سلوک، جانوروں پر رحم وغیرہ۔ اشوک نے بہت حد تک سماج میں پائی جانے والی بے جا رسم و رواج کی بھی اصلاح کی کوشش کی۔ اور اس بات پر خاص زور دیا کہ غیر مذہبی رسموں سے پرہیز کیا جائے اور ایسی رسموں پر عمل کیا جائے جن کا براہ راست مذہب سے تعلق ہو۔ مذہبی رسموں کی ادائیگی کا

فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس دنیا میں اس سے بھلائی حاصل نہ بھی ہوگی تو دوسری دنیا میں اس کا اچھا صلہ ملے گا۔ گرہستیوں کے لیے حکم تھا کہ وہ ان لوگوں کی خاطر مدارات کریں جو تارک الدنیا ہو گئے ہیں۔ یعنی دنیا چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں لگ گئے ہیں۔ اور دنیا کے مایا جال سے نکل گئے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ بودھسٹ عام طور پر بھیک مانگ کر زندگی گذارتے تھے۔ وہ دنیاوی کاموں میں الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ غالباً اس زمانے میں راہبوں اور بھکشوؤں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لیے گرہستیوں کو اخلاقاً ان کا خیال رکھنے کے لیے کہا گیا تھا۔

خوراک:

ہندوستانی سماج میں خوراک کے معاملے میں احتیاط اور پابندیوں کا سلسلہ بہت قدیم اور مضبوط ہے۔ یہاں عام طور پر اس بات پر بھی بحث ہوتی رہتی ہے کہ شاستروں نے کون کونسی چیزیں کھانے کی اجازت دی ہیں اور کن چیزوں کے کھانے سے روکا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ مذہبی کتابوں میں جن چیزوں کے کھانے کی اجازت تھی اشوک نے ان میں سے بھی کئی چیزوں پر پابندی لگا دی تھی اور مذہبی کتابوں میں جن جانوروں یا پرندوں کو کھانے یا ذبح کرنے سے منع کیا گیا تھا ان میں سے کئی چیزوں کو اشوک نے جائز قرار دے دیا تھا۔ مثلاً مور کو ذبح کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ مگر مور کا گوشت اشوک کو کچھ زیادہ ہی مرغوب تھا۔ ویدوں میں گوشت خوری سے یکسر منع نہیں کیا تھا۔ مگر اشوک نے گوشت خوری کو ممنوع قرار دے دیا۔ حالاں کہ گوشت سپاہیوں اور فوجیوں کی مرغوب غذا تھی۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ جب اشوک کا انتقال ہوگیا تو سپاہیوں نے اس طرح کے بندشوں کو ماننے سے انکار کردیا جو جین مذہب کے تصور کے ساتھ یا بودھ مذہب کے تصور کے ساتھ ان پر لادا گیا تھا۔

عورتوں کا مقام:

اشوک کے زمانے میں ہندوستانی سماج اور معاشرے میں عورتوں کا کیا مقام و مرتبہ تھا اس کی تفصیل نہیں ملتی ہے۔ مگر اشوک کے کتبوں سے اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔

عورتوں میں تعلیم کا رواج تو تھا مگر یہ بہت عام نہیں تھا۔ عورتوں میں توہم پرستی کا زور تھا۔ اسی توہم پرستی کی وجہ سے وہ بہت ساری رسموں میں دلچسپی لیتی تھیں اور اس کی ادائیگی کو ضروری سمجھتی تھیں، مگر وہ عورتیں جو بودھ مذہب کو مانتی تھیں انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ بھی مردوں کی طرح مذہب کی خدمت اور نجات کے حصول کے لیے راہبہ بن سکتی تھی۔ راہبات کی خانقاہیں راہبوں سے الگ ہوتی تھی۔ راہبہ کے لیے پردہ کرنا ضروری نہیں تھا لیکن وہ عام طور پر مردوں کے مجمع سے پرہیز کرتی تھی۔

پردہ:

اشوک کے زمانے میں اور غالباً اس سے پہلے بھی شرفا کی عورتیں سخت پردہ کرتی تھی چوں کہ یہ خیال عام ہوگیا ہے کہ پردے کی رسم مسلمان حملہ آور اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے اور اس سے پہلے اس رسم کا ہندوستان میں چلن نہیں تھا

اس لیے اس سلسلے میں سنسکرت اور پالی زبان کے ماہر پروفیسر بھنڈارکر کی رائے نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ وہ اپنی کتاب ''اشوک'' میں لکھتے ہیں کہ؛

''عام طور پر اس بات کا یقین کرلیا گیا ہے کہ قدیم ہندوستان میں عورتوں کو پردہ میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ اور یہ رسم اس ملک میں مسلمانوں نے جاری کیا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ بیاس اور کالی داس کے ڈرامے پڑھنے سے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں رہ جاتا کہ ان کے زمانے میں پردے کا رواج تھا اس خیال کی اور زیادہ تصدیق تیسری صدی عیسوی کہ دات سائن کی کتاب کام سوتر سے ہوتی ہے۔ لیکن اس رسم کی پابندی کا پتہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے بہت پہلے سے چلتا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اشوک اپنے ''اورودھن'' کا ذکر کرتا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''بند زنان خانہ'' اور اسی سے ملتی جلتی کتاب ارتھ شاستر میں مذکور ''انتاپراہ'' یا حرم سرا ہے۔ جس کے بارے میں کوٹلیا نے نہ صرف یہ ہدایت کی ہے کہ وہ کیوں کر بنائی جائے۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ باہر والوں سے اس کی کیوں کر حفاظت کی جائے۔

پھر رامائن میں عورتوں کو پردے میں رکھنے کی رسم کی

طرف متعدد اشارے ہیں۔ لیکن قدیم ترین حوالہ جو اس رسم
کے بارے میں ملتا ہے وہ پانِنی میں ہے۔ جہاں ''اسوریم
پسیا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی تفسیر ''کاسیکا'' میں
اسوریم پاسیا راج واآہ'' کی گئی ہے۔ یعنی وہ جو سورج کو نہیں
دیکھتی ہیں۔ یعنی بادشاہوں کی بیویاں اگر کاسیکا نے یہ بات
بطور ان مثالوں کے نمونے کے طور پر پیش کی ہیں جو قدیم
زمانے سے چلی آتی ہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ پانِنی
کے زمانے میں بادشاہوں کی حرم سراؤں میں ان کی بیویاں
اس طرح سختی سے بند کی جاتی تھیں کہ انہیں سورج دیکھنے تک
کا موقع نہیں ملتا تھا۔

ممکن ہے کہ عام لوگوں میں پردے کا سخت اہتمام نہ رہا ہو مگر شرفا اور روسا
کی عورتیں پردے کی سخت پابند تھیں اور یہ لوگ ایک سے زیادہ بیویاں بھی رکھتے
تھے خود اشوک کی کئی بیویاں تھیں۔ اور بہت ساری حرم سرائیں بھی تھیں۔ جہاں
تک عورتوں کے زیورات اور لباس کا ذکر ہے اس زمانے اور اس کے بعد کے
زمانے کی پتھر کی تصویروں اور مورتیوں کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ زنانہ
لباس مختلف اعضا کو چھپانے کی جگہ اس کے نمود حسن کے آلہ کے طور پر استعمال کیا
جاتا تھا۔ زیورات مرصع اور جواہرات جڑے ہوئے ہوا کرتے تھے۔ اور ان کے
پہننے میں خوب اہتمام اور نمائش سے کام لیا جاتا تھا۔

علوم وفنون:

کسی بھی معاشرے کی تصویر اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاسکتی ہے جب تک ہم کسی بھی سماج اور معاشرے کے علوم وفنون اور صنعت وحرفت کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کرلیں۔ جہاں تک علوم وفنون کا ذکر ہے تو اشوک کے زمانے میں کسی بھی موضوع پر کوئی اہم اور مستند کتاب نہیں لکھی گئی۔لیکن اس بات کا یقین ہے کہ اس زمانے کے مذہبی لوگوں میں علم کا چرچا عام تھا اور وہ ایک طرح سے بڑے مذہبی مفکر اور عالم تھے۔ اشوک کے زمانے میں بودھ مذہب اور خود بدھ کی تعلیمات کے دقیق فلسفے کو سمجھنے اور سمجھانے والے لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ جو صرف ہندوستان میں ہی گھوم گھوم کر بودھ مذہب کا پرچار نہیں کرتے تھے بلکہ دوسرے ممالک میں جاکر بھی بودھ ازم کا کامیابی کے ساتھ پرچار کرتے تھے۔اور وہاں کے لوگوں کو بودھ مذہب کی پیروی کرنے اور اسے اپنانے پر آمادہ کرتے تھے۔ جو اس وقت تک تمام علوم کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔جینی گروپ یعنی جین مذہب کے ماننے والے لوگ بھی سرگرم تھے اور وہ بھی اپنے مذہب کی تبلیغ میں زور وشور سے شامل تھے۔اجیوک فلسفی بھی اپنے مت اور مذہب کی تبلیغ میں سرگرم تھے ان مذاہب کے علماء میں آپس میں مناظرے اور مباحثے بھی خوب ہوتے تھے۔اصولی بحثیں ہوتی تھیں۔اور ضمنی مسائل پر ردوقبول کی دلیلیں پیش کی جاتی تھیں،علم کے ان چشموں سے جو مختلف مذاہب اور دھرم کی درسگاہوں سے پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہے تھے سارا ملک اور پڑوسی ممالک بھی سیراب ہورہے تھے

اور پوری فضا علم وعمل کے چرچوں اور دین ومذہب کے نغموں سے گونج رہی تھی۔

سنگ تراشی اور فنکارانہ ہنرمندی:

یہ ٹھیک ہے کہ اشوک کے زمانے میں زیادہ سے زیادہ مذہبی علوم کے چرچے تھے اور دوسرے علوم کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی تھی اس کے باوجود طب اور معماری جسے آپ انجینیرنگ بھی کہہ سکتے ہیں اپنے کمال کو پہونچی ہوئی تھی، اشوک کا اسپتالوں کے قائم کرنے میں دلچسپی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اچھے اچھے معالج اور ڈاکٹر موجود تھے، جو صرف انسانوں کے علاج پر ہی قدرت نہیں رکھتے تھے بلکہ جانوروں کے علاج کے بھی ماہر تھے۔ پھر اشوک کا الگ الگ علاقوں سے جڑی بوٹیاں منگوانا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس زمانے میں علم نباتات یعنی Botny کے جاننے والے اور ان کی خواص کا علم رکھنے والے لوگ بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ جو معمولی بات نہیں ہے۔ ملک میں اس طرح کے علوم کے ایسے ایسے ماہرین موجود تھے کہ وہ دوسرے ممالک میں جا کر اپنا سکہ جما لیتے تھے اور مصر ویونان کے حکما بھی ان کا لوہا مانتے تھے۔

جہاں تک سنگ تراشی اور انجینیرنگ کا معاملہ ہے تو اس زمانے کے مہذب ممالک میں سوائے مصر ویونان کے شاید ہی کوئی ملک اس معاملے میں ہندوستان کے مدمقابل کھڑا ہوسکتا تھا۔

پتھروں پر طرح طرح کے کتبوں کا کھودنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں تھا، جبکہ دیکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ ان کتبوں پر کھدائی کا کام اس خوب صورتی اور

مہارت سے کیا گیا کہ صدیوں تک اس کا نقش جوں کا توں قائم رہا۔ وقت اور حالات کی سنگینی اور موسم کے سرد و گرم نے ان کتبوں کا کچھ نہیں بگاڑا جو اپنے آپ میں نادر فن ہونے کی مثال پیش کرتا ہے۔ یہ یقیناً ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے پھر اشوک کے لاٹھوں پر نظر کریں تو مزید حیرت ہوگی ان میں سے کئی لاٹھ پچاس فٹ اونچے ہیں ایسے لاٹھوں کو براہ راست پہاڑ سے کاٹنا اور اسے مخصوص صورت مینار میں پیش کرنا، اس کو سڈول بنانا اور ان پر اس طرح کا مسالہ لگانا کہ صدیوں تک اس کی چمک دمک برقرار رہے اپنے آپ میں نادر کارنامہ ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اشوک کے زمانے کے صناع اور انجنیر اپنے کاموں میں کافی مہارت رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ اجیوکوں کے لیے بارابار میں جو غار تیار کرائے گئے تھے وہ بھی اس زمانے کی سنگ تراشی کی مہارت کی دلیل ہے۔ غور کیجئے کہ بڑی بڑی پہاڑیوں کے اندر بڑے بڑے سنگی ہال پہاڑ کو تراش کر تیار کرائے گئے تھے اور ان کی دیواروں کو پالش کر کے اور مسالہ لگا کر ایسا شفاف اور چکنا بنایا گیا تھا کہ آج بھی ان دیواروں پر ہاتھ لگائیں تو ہاتھ اپنے آپ پھسلنے لگتا ہے، ان حجروں کی تیاری اور ان بڑی بڑی لاٹھوں کو مرواپور کی پہاڑیوں میں چنار کے درختوں سے کاٹ کر ملک کے دور دراز کے علاقوں میں پہونچانے میں کس طرح کے میکانزم کا استعمال کیا گیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ آج اس کا تصوّر کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے، سلطان فیروز تغلق نے ان میں سے دو لاٹھوں کو جب میرٹھ اور توپرا سے دہلی منتقل

کیا تو اسے کن مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ملاحظہ فرمایئے اور اشوک کے زمانے کے کاریگروں کو داد دیجئے۔

فیروز تغلق کا لاٹھ منتقل کرنا:

فیروز تغلق کا اشوک کی لاٹھ کو محفوظ انداز میں دہلی منتقل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ فیروز تغلق ہندوستان کی وراثت کو ہر حال میں محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ خضر آباد دہلی سے نوے کوس کے فاصلے پر ہے۔ جب سلطان فیروز تغلق نے اس قلعے کا معائنہ کیا جو قلعہ خضر آباد کے نام سے جانا جاتا ہے اور توپرا کے دیہات میں اشوک کی لاٹھ دیکھی تو اس نے یہ طے کیا کہ اسے دلی منتقل کر دیا جائے، اور وہاں اخلاف کی یادگار کے طور پر نصب کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس امر پر غور وفکر شروع ہوئی کہ اس لاٹھ کو نکالنے کی کیا صورت ہوگی۔ چنانچہ گنگا کے میدانی علاقوں میں آباد شہروں کے عمال اور سپاہیوں اور سواروں کے نام حکم نامے بھیجے گئے اور کہا گیا کہ وہ لاٹھ کی منتقلی سے متعلق ہر طرح کی تیاری اور اوزار و آلات کے ساتھ حاضر ہوں، یہ بھی حکم دیا گیا کہ سیمل روئی کے بڑے بڑے گٹھے جمع کیے جائیں اور انہیں لاٹھ کے گرد جمع کر دیا جائے۔ جب لاٹھ کو کھود کر نکالا گیا اور اس کے بنیاد کو کھود ڈالا گیا تو یہ لاٹھ دھیرے دھیرے انہیں روئی کے گٹھر پر لیٹ گیا اس کے بعد آہستہ آہستہ روئی کو لاٹھ کے نیچے سے نکال لیا گیا اس طرح کئی دنوں کی محنت کے بعد لاٹھ کو احتیاط سے زمین پر لٹا دیا گیا جب لاٹھوں کی کھدی ہوئی بنیاد کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر سنگ بنیاد کی نوعیت کا ایک چوکور پتھر اس کے اندر

موجود تھا۔ اسے بھی نکال لیا گیا۔

اب لاٹھ کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے سرکنڈوں اور جانوروں کی کھالوں میں احتیاط سے لپیٹ لیا گیا تاکہ اس کو کوئی نقصان نہ پہونچے اس کے بعد بیالیس پہیوں کی ایک گاڑی تیار کی گئی اور لاٹھ میں کئی مضبوط رسے باندھے گئے، ہزاروں لوگوں نے رسے کو کھینچ کر لاٹھ کو احتیاط سے گاڑی پر چڑھایا، ہر پہیہ کے پاس ایک مضبوط رسہ باندھا گیا اور فی پہیہ دوسو آدمی رسہ کھینچنے کے لیے مقرر کیے گئے اس طرح ہزاروں آدمی کے بہ یک وقت زور لگانے اور کھینچنے سے یہ گاڑی چل پڑی اور پھر آہستہ آہستہ یہ گاڑی جمنا کے کنارے پہونچی۔ یہاں سلطان خود اسے دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ یہاں بہت ساری بڑی بڑی کشتیاں جمع کی گئی ان کشتیوں کی جسامت اور لمبائی چوڑائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کشتیوں میں سے ایک ایک کشتی میں سات ہزار من اناج لوڈ کیا جاتا تھا۔ لاٹھ نہایت احتیاط کے ساتھ ان کشتیوں پر منتقل کی گئی اور اسے فیروز آباد لایا گیا۔ جہاں سے اسے کشتیوں سے اتار کر بڑی احتیاط، محنت اور ہنر مندی کے ساتھ اسے کنشک لایا گیا۔ اور جب لاٹھ کنشک پہونچ گیا تو اسے نصب کرنے کے لیے جامع مسجد کے قریب ایک عمارت بنانی شروع کی گئی۔ اس عمارت کی تعمیر کے لیے اس زمانے کے ماہر معماروں کی خدمات حاصل کی گئی۔ اس عمارت کو پتھر اور چونے سے تعمیر کیا گیا اور اس میں مختلف زینے اور منزلیں بنائی گئیں۔ جب ایک زینہ بن جاتا تو لاٹھ کو اٹھا کر اس پر رکھ دیا جاتا، اسی طرح زینے بنتے جاتے اور

لاٹھ اٹھا کر رکھ دی جاتی یہاں تک کے عمارت اور زینے اس بلندی تک پہونچ گئے جو لاٹھ کو نصب کرنے کے لیے ضروری تھے، اس کے بعد لاٹھ کو سیدھا کرنے کی ماہرانہ تدبیریں کی گئیں۔ رسوں کا ایک سرا تو لاٹھ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا ان چرخیوں میں باندھا گیا جنہیں نہایت مضبوطی سے زمین میں گاڑ دیا گیا تھا، اب یہ چرخیاں گھمائی گئیں اور لاٹھ کوئی آدھا گز بلند کی گئی اور پھر اس کے نیچے تیزی سے روئی کے گٹھے رکھے گئے تا کہ وہ گر نہ سکے، اس طرح قسطوں میں آہستہ آہستہ لاٹھ کو سیدھا کیا گیا۔ جب لاٹھ ایک دم سیدھا ہو گیا تو اس کو نصب کر دیا گیا۔

فیروز تغلق نے اشوک کی صرف تین لاٹھیں منتقل کیں انہیں ان لاٹھوں کو ان کے اصلی مقام سے ڈیڑھ سو کوس دور لے جانا پڑا۔ جس کے لیے انہوں نے بہت احتیاط اور اہتمام سے کام لیا۔ اشوک نے ایسی تقریباً تیس لاٹھیں بنوائی تھیں اور ان میں سے کئی لاٹھوں کو بہت دور دراز کے مقامات پر نصب کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ ان لاٹھوں کا کاٹنا اور اسے پہاڑ سے نکالنا، ان کا ہموار کرنا اور ان کا دور دراز کے مقامات پر لے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے زمانے کے سنگ تراش معمار اور انجینیر اپنے اپنے فن میں ایسی مہارت رکھتے تھے جس کی مثال پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

سنگی عمارتوں کی ابتدا:

ہندوستان ایک بہت ہی قدیم ملک ہے۔ اشوک کے زمانے سے پہلے ہندوستان میں عام طور پر لکڑی کی عمارتیں بنائی جاتی تھیں۔ چندر گپت موریا کا محل

بھی لکڑی ہی کا بنا ہوا تھا۔ اس زمانے تک پتھروں کی عمارت کا رواج نہیں تھا۔ چندر گپت کے پوتے اشوک کا عہد ہندوستان کی آثار قدیمہ کی تاریخ میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اسی کے زمانے سے سنگی عمارتوں یعنی پتھروں کے گھر بنانے کا آغاز ہوا۔ اشوک کے زمانے کی بہترین یادگاریں اس کی نصب کی گئی لاٹھیں ہیں۔ یہ لاٹھیں بہ ذات خود اپنے آپ میں تعمیر کے نادر نمونے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنی لمبی چوڑی اور بھاری بھرکم لاٹھوں کو دور دراز کے مقام تک کس طرح لے جایا جاتا ہوگا۔ جبکہ ان لاٹھوں کی تراش خراش بھی اس زمانے کے فنکارانہ مہارت کی دلیل بن جاتی ہے۔

بعض لاٹھوں کے اوپری حصے پر جانوروں کی مورتیں اور طرح طرح کے نقش ونگار بھی ہیں چوں کہ ان میں اور قدیم ایرانی نقش ونگار میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے اس لیے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ ان لاٹھوں کو بھی ایرانی معماروں اور انجینیروں نے ہی بنایا ہوگا۔ اشوک کی مملکت کی وسعت اور بدھ مت کے عام رواج کے لحاظ سے ایرانی ماہرین کا بڑے بڑے تعمیری کاموں میں شرکت ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

تعمیری کاموں میں غیر ملکی اثرات:

لاٹھوں کے علاوہ اس زمانے کی یادگار بارابار کے غار اور سارناتھ کا سنگی کٹہرہ بھی ہے، جو ایک ڈال کا تراشا ہوا ہے۔ ایرانی اثرات کی حمایت کرنے والے اشوک کے کتبوں کو بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ہنجافشی بادشاہوں کی

چٹانوں پر کندہ کیے ہوئے احکام کی نقل ہیں۔ یعنی اشوک نے اپنے کتبوں پر ہنجافشی بادشاہوں کے کتبوں کی نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اشوک کے بعض حکم ناموں میں زرتشت کے کلام کا بھی اثر پایا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایرانی اثرات سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نکالنا درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان میں سنگ تراشی کا فن موجود نہیں تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس زمانے کے ماہرین دراوڑی نسل کے لوگ تھے اس لیے ان سے بھید بھاؤ کا برتاؤ کیا گیا۔ مگر جب بودھ ازم کے تحت مساوات کا ماحول بنا تو دراوڑیوں کے اندر کا فن کار جاگا اور ان کا فن اپنی چمک دمک دکھانے لگا۔

مجموعی طور پر کہا جائے گا کہ تیسری صدی قبل مسیح کا ہندوستان سنگ تراشی نقاشی اور فن تعمیر میں آپ اپنی مثال تھا۔ اور اشوک کے مذہب نے ملکیوں اور غیر ملکیوں اور آریہ اور دراوڑوں کو اس طرح شیر وشکر کر دیا تھا کہ اس کی مملکت کے تمام ماہرین ایک دل ہو کر اس شہنشاہ روشن ضمیر کے حکم کی تعمیل کرتے تھے اور اس کے کارناموں کو شجر و حجر پر بقائے دوام کا آب ورنگ دے کر ثبت کر دیتے تھے۔

اشوک ایک داستانی اور تاریخی کردار:

اس میں شبہ نہیں ہے کہ اشوک ایک تاریخ ساز بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک داستانی کردار بھی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ہندوستان میں دوسری نوعیت کی داستان بیان کی جاتی ہے تو لنکا میں کسی اور طرح کی داستان بیان کی جاتی ہے۔ آیئے پہلے ہندوستان کی داستان پر نظر کریں پھر لنکا کی داستان بھی دیکھیں

گے۔

خاندانی پس منظر:

راج گیر پر بمبسار کی حکومت تھی اس کا بیٹا اجات شترو تھا۔ اس کا بیٹا ارے بھدرا تھا۔ اس کا بیٹا منڈا تھا۔ اور اس کا بیٹا مک ورتن تھا۔ اس کا بیٹا شالن تھا۔ اس کا بیٹا تلکاچی تھا۔ اس کا بیٹا مہامنڈل تھا۔ اس کا بیٹا پرسن جیت، اس کا بیٹا نندا تھا، اس کا بیٹا بندوسار۔

بندوسار پاٹلی پتر کا حاکم تھا۔ اس کا بیٹا سسما تھا۔ چمپا کے برہمن کی بیٹی بہت خوب صورت تھی اس کے بارے میں پیشن گوئی تھی کہ اس لڑکی کے بطن سے دو بیٹے ہوں گے جس میں سے ایک ساری دنیا کا حاکم بنے گا اور دوسرا گوشہ نشینی کی زندگی گذارے گا برہمن اس پیشن گوئی کو پورا کرنے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو شاہی محل میں پہونچانے کا پکا ارادہ کرلیا تھا جس میں وہ کامیاب ہوگیا لیکن ملکائیں اس برہمن لڑکی کے حسن کو دیکھ کر حسد میں مبتلا ہوگئیں انہوں نے اسے اپنی قربت میں رکھنے کے بجائے اسے بال کاٹنے کا گھٹیا کام سونپا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اسے موقع ملا تو اس نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ حجام نہیں براہمن ہے۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوگیا کہ وہ اونچی ذات کی ہے تو اس نے اسے اپنی ملکہ عالیہ بنالیا وقت گذرنے کے ساتھ اس لڑکی سے بادشاہ کو دو بیٹے ہوئے بڑے کا نام اشوک رکھا اور چھوٹے کا وگتاشوک رکھا۔ بادشاہ نے خدارسیدہ وتساجیو سے اپنے بیٹوں کی قسمت کا حال معلوم کیا، وتساجیو سچی بات بتانے سے ڈر رہا تھا۔

کیوں کہ بندوسارایک درشت مزاج بادشاہ تھالیکن اس نے ملکہ کو سچی بات بتادی
کہ تخت وتاج اشوک کے حصے میں آئے گا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ تکشلا میں بغاوت
پھوٹ پڑی اس بغاوت کو دبانے کے لیے تکشلا کے محاصرے کی ضرورت پڑی
بادشاہ نے اشوک کو جو اسے دوسرے بچوں کی بہ نسبت کم عزیز تھا اس مہم پر روانہ
کردیا۔ ستم یہ کہ بادشاہ نے محاصرہ کے لیے جو جو سامان حرب اور ضروری
سازوسامان تھا اسے کافی مقدار میں نہیں دیا۔ سازوسامان کی کمی کے باوجود اشوک
نے باپ کے حکم کی بجا آوری کو ضروری جانا۔ چنانچہ اچانک دھرتی پھٹ گئی اور
اسے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی سب باہر آگئی، جب اشوک فوج کو لے کر
تکشلا پہونچا تو تکشلا کے شہریوں نے اشوک سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ وہ
ظالم حکمراں اور منتظم سے تنگ آچکے ہیں اسی لیے بغاوت کی ہے اور یہ کہ ان کو
بادشاہ اور ان کے بیٹے سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تکشلا اور سوساس کے شہریوں
نے شہزادے کے سامنے اظہار اطاعت کی اور شہزادہ سارا انتظام درست کر کے
دارالحکومت لوٹ آیا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ راجا کا بڑا بیٹا سسما باغ کی سیر کے بعد محل کی طرف
واپس آرہا تھا کہ اس نے مذاق ہی مذاق میں اپنا دستانہ وزیر اعظم کو کھینچ مارا، وزیر
اعظم کو اس بات سے بہت رنج ہوا اس دن سے وہ سازش کرنے لگا کہ کسی طرح
پانچ سو مشیروں کو اپنا ہمنوا بنالے اور سسما کو الگ کر کے اشوک کو راجا بنادے۔
پھر یہ ہوا کہ ایک بار پھر تکشلا کے لوگوں نے بغاوت کردی۔ اس بار اس بغاوت کو

ختم کرنے کے لیے سسما کو روانہ کیا گیا لیکن وہ اس مہم میں ناکام ہو گیا۔ اس درمیان راجا بندوسار سخت بیمار پڑ گیا۔ راجا چاہتا تھا کہ سسما کو تکشلا سے واپس بلا کر بادشاہ بنا دیا جائے اور اس کی جگہ اشوک کو تکشلا بھیج دیا جائے، لیکن درباریوں نے یہ کوشش ناکام بنا دی اور اشوک کی تخت نشینی کو یقینی بنا دیا۔ راجا بندوسار کے مرنے کے بعد اشوک کے سر پر تاج رکھا گیا۔ سسما کو خبر ملی تو وہ تکشلا سے چل پڑا کہ پاٹلی پترا پر قبضہ کر کے اشوک سے بادشاہت چھین کر اسے سزا دی جائے اشوک اور اس کے وزیر گپتا نے محل کی حفاظت کے لیے ننگے جنوں کی خدمات حاصل کی جنہوں نے ایسی حکمت عملی سے کام لیا کہ سسما دھوکہ کھا کر بھڑ کتے ایندھن سے بھری خندق میں گر کر دردناک موت مر گیا۔

اشوک کا ظلم وستم:

اشوک کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک بار جب اس کے پانچ سو وزیروں نے اس کے کسی ارادے میں مخل ہونے کی کوشش کی تو اس نے تلوار نکال لی اور اپنے ہاتھوں سے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے حرم کی ایک عورت ایسی بھی تھی جسے اشوک کی صورت بالکل پسند نہیں تھی اور وہ اشوک کا مذاق بھی اڑانے سے باز نہیں آتی تھی۔ اس نے محل میں لگے اشوکا درخت کے پتے توڑنے شروع کر دیے یہ واقعہ جب بادشاہ کو سنایا گیا تو اس نے پانچ سو عورتوں کو زندہ جلوا دیا۔

اشوک کے وزرا اس کے اس طرح کے ظالمانہ رویوں سے سخت خوف زدہ

رہتے تھے، انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے ہاتھ خون آلود نہ کریں اور سزا دینے کے لیے ملازمین رکھ لیں۔ بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی اس نے تلاش بسیار کے بعد ایک شخص جس کا نام چندر گرگ تھا سزا کو عملی شکل دینے کے محکمے کا افسر مقرر کیا۔ یہ افسر اپنی ظالمانہ طبیعت کے لیے مشہور تھا۔ اسے جانوروں کو تکلیف دینے میں لطف آتا تھا۔ وہ اپنے والدین کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر چکا تھا، اس کے کام کاج کے لیے اشوک نے ایک خاص قسم کا قید خانہ بنوایا۔ اس کی عمارت کو باہر سے بہت ہی خوب صورت بنایا گیا۔ تا کہ لوگ شوق سے اس عمارت میں داخل ہو جائیں۔ جہاں اذیت ناک موت ان کی منتظر رہتی تھی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ایک بار اس عمارت میں داخل ہونے والا شخص زندہ باہر نہیں آنا چاہیے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک خدا مست شخص جس کا نام بالا پنڈت تھا انجانے میں اس عمارت میں داخل ہو گیا جیل خانہ کے داروغہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور سات دنوں تک اسے بغیر کسی اذیت کے مہمان رکھا۔ مگر آٹھویں روز غلاظت سے بھرے ایک کڑاہے میں اسے ڈال دیا اور کڑاہے کے نیچے الاؤ روشن کر دیا۔ اس جیل خانہ کے داروغہ نے اس خدا مست انسان کا حال معلوم کرنے کے لیے کڑاہے میں جھانک کر دیکھا تو اس بزرگ کو کنول کے پھول پر بیٹھا ہوا پایا۔ آگ نے اسے چھوا تک نہیں تھا۔ جب محل میں یہ خبر پھیلی تو بادشاہ بہ ذات خود اسے دیکھنے کے لیے آیا۔ اس منظر نے اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اس نے اس چشم دید واقعہ اور اس بزرگ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر فوراً سچا مذہب قبول کر لیا اور ظلم و ستم سے تائب

ہوگیا۔ وہ قید خانہ ڈھادیا گیا اور اس قید خانے کے داروغہ کو زندہ جلادیا گیا۔

اشوک کی زیارتیں:

اشوک جب چوراسی ہزار استوپ بنوا چکا تو اس کے دل میں اپنے مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی۔ اپنے وزیروں اور شہریوں کے مشورے پر اس نے گپتا عطار کے بیٹے رشی اپا گپتا کو بلوایا اپا گپتا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کی اس دنیا میں آمد کی خوش خبری سنادی گئی تھی۔ وہ گوتم بدھ کے ایک سو سال بعد پیدا ہوا۔ بادشاہ نے جس وقت اسے طلب کیا وہ اس وقت متھرا کے نزدیک ایک جنگل میں مقیم تھا۔

اس رشی نے بادشاہ کی دعوت قبول کی اور اٹھارہ ہزار راہبوں کے ہمراہ کشتیوں میں سوار ہو کر جمنا اور گنگا کے راستے پاٹلی پترا پہونچا۔ جہاں اس کا زبردست استقبال کیا گیا۔

بادشاہ نے رشی سے کہا کہ وہ ان تمام مقامات کی زیارت کرنا چاہتا ہے جہاں بودھ نے قیام کیا تھا۔ اس طرح وہ ان جگہوں کا احترام کرے گا۔ اور ان جگہوں پر ایسی یادگاریں تعمیر کروائے گا کہ مستقبل بعید کی نسلیں بھی ان سے استفادہ کرسکیں گے۔

رشی نے اس سارے منصوبے کو منظوری دی اور بطور رہنما ساتھ چلنے کی حامی بھری بادشاہ نے تمام مقدس مقامات کی باری باری زیارت کی۔ ایک بڑی اور طاقتور فوج بادشاہ کے آگے آگے چل رہی تھی۔

بادشاہ کی پہلی یاترا الامینی باغ کی تھی۔ اپ گپتا نے بادشاہ کو بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ عظیم شہنشاہ پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ نے وہاں کے لوگوں کو ایک لاکھ سونے کے سکے تحفے میں دیے۔ اور وہاں ایک استوپ تعمیر کروایا۔ اس کے بعد وہ کپل وستو کی طرف روانہ ہوا۔

اگلی یاترا بودھ گیا میں بدھ درخت کی تھی۔ یہاں بھی بادشاہ نے ایک لاکھ طلائی سکے خیرات کیے اور بنارس کے قریب ایک چیتیا بنوایا۔ یہ مقام ہے جہاں گوتم بدھ نے وفات پائی تھی۔ سراوستی میں یاتریوں نے میتاونا خانقاہ کی زیارت کی، اس جگہ بدھ نے بہت دنوں تک قیام کیا تھا۔ اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے تھے۔ انہوں نے بدھ کے چیلوں سری پتر، مدگالیان اور مہا کیشپ کی خانقاہوں پر بھی حاضری دی لیکن جب وہ واکولا کی خانقاہ پر پہونچا تو بادشاہ صرف تانبے کا ایک سکہ دان کیا کیوں کہ اس رشی کو مقدس مقام حاصل کرنے میں بہت کم مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور اس نے خلق خدا کی بھلائی پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی۔

وتاشوک:

اشوک کا سگا بھائی وتاشوک ترتیاس کا چیلا تھا۔ ترتیاس اکثر و بیشتر بدھ بھکشوؤں کو برا بھلا کہتا تھا کہ وہ آسائش پسند اور درد نا آشنا ہیں۔ اپنے بھائی کو راہ راست پر لانے میں اشوک کی ساری کوششیں بے کار گئیں۔ وتاشوک کا کہنا تھا کہ اشوک خود بھکشوؤں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔ بادشاہ نے پکا ارادہ کرلیا کہ وہ

اپنے بھائی کو حکمت عملی سے کام لے کر راہ راست پر لے آئے گا۔

اشوک کی ہدایت پر اس کے وزیروں نے اس کے بھائی کو تخت و تاج کی حصول کی خواہش کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی۔ جب اشوک کو اس کام کی تکمیل کی خبر ملی تو اس نے خود پر غیظ و غضب طاری کیا اور اپنے بھائی کو فوری مدت کی سزا دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن بالآخر اشوک اس پر راضی ہو گیا کہ سزا کو سات دنوں کے لیے ملتوی کر دیا جائے اور اس درمیان ملزم کو شاہی اختیارات کے استعمال کا حق دے دیا جائے۔ لیکن ان سات دنوں میں موت کے خوف نے وتااشوک کو اس طرح وحشت زدہ رکھا کہ اس نے بدھ مت قبول کر لیا۔ اسے اس نئے مذہب کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی ذمہ داری ستھاویریاسس نے لی۔ اس کے ستھاویریاسس نے وتااشوک کی خواہش پر بہ مشکل اشوک سے اس کے لیے بھکشو بننے کی اجازت حاصل کی۔ بھیک مانگ کر گذارہ کرنے والے بھکشو کی طرز زندگی سے بتدریج متعارف کروانے کی غرض سے بادشاہ نے محل میں ایک خانقاہ وتااشوک کے لیے بنوائی۔ یہاں سے وہ گکتارم خانقاہ میں بلالیا گیا۔ یہاں کچھ دنوں تک تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ تریت کی خانقاہ میں چلا گیا۔ جہاں اس نے اپنی عبادت اور ریاضت سے ولایت کا مقام حاصل کیا۔ چیتھڑوں میں ملبوس وتاشوک محل لوٹا تو اس کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ اور اس سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی ولایت کے کچھ کرامات دکھائے۔ وہ یکبارگی محل سے نکلا اور سرحدوں سے باہر گوشہ نشین ہو گیا۔ یہاں وہ شدید بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

بادشاہ وتاشوک کے لیے دوائیں وغیرہ بھجواتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ وہ صحت یاب ہو گیا۔ انہیں دنوں یہ ہوا کہ بنگال میں ایک برہمن پروہت پندرورد ین نے بدھ کی ایک مورتی زمین پر پھینک کر توڑ دی۔ اس واقعے کی خبر اشوک کو ہوئی تو وہ طیش میں آ گیا اور اس کے حکم سے اس شہر کے پندرہ ہزار باشندے ایک دن میں قتل کر دیے گئے۔ کچھ مدت کے بعد پاٹلی پتر میں ایک اور جنونی براہمن نے بدھ کی مورتی پھینک کر توڑ دی۔ اس آدمی کے تمام اہل خانہ، دوست احباب اور خویش و اقارب کو بادشاہ کے حکم سے زندہ جلا دیا گیا۔ اب بادشاہ نے ہر ہندو پروہت کے سر کی قیمت مقرر کر دی۔ کہ جو بھی پروہتوں کا سر کاٹ کر لائے گا نقد انعام پائے گا۔

اس اعلان کے بعد وتاشوک اپنے فقیری لباس میں ایک گوالے کے یہاں شب بسری کو ٹھہرا تھا۔ گھر کی عورت نے اپنے مہمان کے بکھرے بال اجاڑ حلیہ اور پھٹے حال کو دیکھ کر خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہ کوئی پروہت ہی ہو، جن کے سر کی قیمت بادشاہ نے مقرر کر رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے شوہر کو آمادہ کیا کہ مہمان کا سر کاٹ کر راجا کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ انعام ملے۔ گوالا بیوی کی باتوں میں آ گیا۔ اس نے مہمان کا سر کاٹ کر دربار میں راجا کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ اپنے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھ کر غم میں ڈوب گیا اور اپنے وزرا کے مشورے سے پروہتوں کے سر کاٹنے والے فیصلے کو واپس لے لیا۔ اس نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ آئندہ کسی کو سزائے موت نہیں دی جائے گی۔

سنگھ مترا اور مہندر کی کہانی:

جس زمانے میں اشوک آونتی میں اپنے باپ کی نیابت کر رہا تھا اسی زمانے میں دیوی نام کی ایک عورت سے اس کے رشتے گہرانے لگے تھے۔ یہ عورت ویدی ساگیری کی رہنے والی تھی۔ یہ عورت اشوک کے پاس اجین چلی آئی اسی کے بطن سے اشوک کو ایک لڑکا ہوا جس کا نام مہندر رکھا گیا۔ دو سال کے بعد دیوی ہی کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام سنگھا مترا رکھا گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد جب اشوک راجا بنا اور پاٹلی پترا کو اپنا مسکن بنایا تو دیوی اس کے ساتھ نہیں گئی اور ویدی ساگیری میں ہی مقیم رہی۔ لیکن بچے اپنے باپ کے ساتھ دارالحکومت پاٹلی پترا چلے گئے جہاں سنگھا مترا کی شادی اشوک کے بھتیجے اگنی برہما سے کردی گئی ان دونوں کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سمن رکھا گیا۔

تخت نشینی کے چوتھے سال اشوک اس کے بھائی اور نائب تسا بھتیجے اگنی برہما، اور نواسے سمن سب کو ولایت مل گئی۔ اشوک جس کو چوراسی ہزار مقدس عبادت گاہوں کی تکمیل کی خوش خبری ملی تھی اس نے اسی خوشی میں لاکھوں راہبوں اور راہبات کا ایک عالی شان جلسہ منعقد کیا۔ اشوک اپنے پورے شاہی شان وشوکت کے ساتھ اس جلسے کی مرکزی نشست گاہ پر جلوہ افروز ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس دوران اشوک کی نیکو کاری اور خیرات وصدقات اور بھلائی کے کاموں نے اس پر سے بھائیوں کے قتل کا داغ دھوڈالا تھا اس لیے لوگ اب اسے ظالم اشوک کے بجائے رحم دل اور متقی اشوک کے نام سے یاد کرنے لگے

تھے۔

جب اشوک کے بھائی تسا نے خود کو مذہب کے لیے وقف کر دیا تو اشوک نے اپنے جانشین اور نائب کے طور پر اپنے بیٹے مہندر کو نامزد کرنے کی کوشش کی مگر مذہبی رہنماؤں کی مخالفت کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکا اور مجبور ہو کر اشوک نے مہندر اور اپنی بیٹی سنگھا مترا کو سلسلہ رہبانیت میں داخل کر دیا۔ نوجوان شہزادہ بلوغت کی عمر یعنی بیس سال کا ہو چکا تھا اس لیے اسے فوراً رہبانیت میں داخل کر لیا گیا۔

ظاہری طور پر شہزادی بھی رہبانیت میں داخل ہو چکی تھی اور اس نے پیلا لباس جو راہبوں کا خاص لباس ہے اختیار کر لیا تھا مگر اسے باضابطہ طور پر رہبانیت میں داخل ہونے کے لیے دو سال انتظار کرنا پڑا۔ تخت نشینی کے آٹھویں سال دو برگزیدہ ہستیوں، تسا اور سمترا کا انتقال ہو گیا، ان کی آخری رسوم اتنے دھوم دھام سے ادا کی گئی کہ ساری دنیا کی توجہ بدھ مت کی طرف مبذول ہو گئی۔

پروہتوں پجاریوں اور راہبوں کی عزت عام لوگوں کے دلوں میں کئی گنا بڑھ گئی۔ جب یہ شان و شوکت دیکھی تو لوگوں کے دلوں میں رہبانیت اختیار کرنے کا رویہ تیزی سے بڑھنے لگا۔ انہیں لگا کہ اس طرح دنیاوی منفعت حاصل کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے بدھ کے نام پر اپنے اپنے اصولوں کو رائج کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح غیر قانونی اور غیر مذہبی رسم و روایت رواج عام کا درجہ حاصل کرنے لگا۔ یہ سب مطلب پرست لوگ اپنے مقاصد کی

تکمیل کی خاطر یہ سارے مذہبی فرائض ادا کرنے کی رسمیات ادا کرنے لگے اور رہبانیت کو اپنا کر اپنے انتشار اور افراط وتفریط پیدا ہوگئی۔

انتشار اس قدر بڑھا کہ بدعقیدہ لوگوں کی تعداد سچے معتقدین سے بھی زیادہ ہوگئی، صورت حال یہ ہوگئی کہ مذہبی عبادت گاہوں سے معمول کی عبادت سات سالوں تک معطل ہوکر رہ گئی بادشاہ کا مذہبی رہنما اور مشیر تسا اس امر پر مجبور ہوگیا کہ اپنے چیلوں کو مہندر کی نگرانی میں دے کر خود پہاڑوں میں اور گنگوتری کے علاقوں میں دھیان میں مصروف ہوگیا۔

لیکن تسا زیادہ عرصہ تک گوشہ نشینی کی تپسیا جاری نہ رکھ سکا اسے مجبور کردیا گیا کہ وہ بدعقیدوں کے خلاف جنگ کرے اور انہیں دیس سے نکال باہر کرے۔ اور کتاب کتھا وتو تصنیف کرے۔ اور پاٹلی پترا میں اشوک کے تعمیر کردہ ''اشوکارام'' میں تیسری کونسل کا انعقاد کرے۔ یہ اس وقت کے حالات تھے جب اشوک کی تخت نشینی کو سترہ برس ہوچکے تھے۔

اسی سال سیلون میں دیونیسا تسا بادشاہ بنا، حالاں کہ اس کی اشوک سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی اس کے باوجود وہ جلد ہی اشوک کا دوست اور حلیف بن گیا، سیلون کے بادشاہ نے اظہار تعظیم اور دوستی کی غرض سے ایک وفد ہندوستان بھیجا اس وفد کا سربراہ بادشاہ کا بھتیجا مہا ارتھا تھا۔ وفد سات دنوں تک سفر کرنے کے بعد تاملوک بنگال کی بندرگاہ پہونچا۔ سات دن مزید سفر کرنے کے بعد وہ شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ اشوک نے وفد کی شاہانہ خاطر مدارات کی۔ اپنے حلیف کے

بھیجے ہوئے قیمتی تحائف پا کر اشوک بہت خوش ہوا اس نے بھی جواباً قیمتی تحائف سیلون کے بادشاہ کو بھیجے، سیلون کا وفد پانچ مہینے تک اشوک کی میزبانی سے لطف اٹھاتا رہا اور پھر سیلون واپس لوٹ گیا۔ اشوک نے سیلون کے بادشاہ کے نام پیغام بھیجا تھا کہ مجھے بدھ مت کے قانون اور نظم وضبط میں پناہ ملی ہے میں نے خود کو ساکھیہ کے بیٹے کے اصولوں کا ایک عام ماننے والا تسلیم کرلیا ہے۔ تم بھی اسی گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرو۔

تیسری کونسل نو ماہ تک جاری رہی اس کے اختتام پر موگالی کے بیٹے تسا نے عزم کیا کہ بدھ کے اصولوں کو دور دراز تک پھیلائے گا۔ اس نے کشمیر، کندھار، مہی، سمفدل، میسور، وناراسی، اپرانتک، مہاراشٹر، یوانا دیس، ہمالیہ کا پہاڑی علاقہ، سورنا بھومی، پیگو، اور سیلون میں مبلغین کو بھیجا۔

جو وفد سیلون بھیجا گیا وہ شہزادہ مہندر سمیت پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں ایک اشوک کا نواسا سمن تھا۔ مہندر نے بادشاہ کی اجازت سے فیصلہ کیا کہ وہ سیلون جاتے ہوئے راستے میں اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کرے گا اس کام کے لیے اس نے چھ ماہ کا عرصہ مختص کیا مہندر کی ماں نے ویدی ساگیری میں اس کا پرتپاک استقبال کیا اور اسے اپنی بنوائی ہوئی شاندار خانقاہ میں ٹھہرانے کا بندوبست کیا۔ مہندر کی تبلیغ اتنی مؤثر تھی کہ اس کی ماں کے ایک بھتیجے کے بیٹے نے بدھ دھرم قبول کرلیا۔ اس واقعہ کے بعد مہندر نے اپنا قیام ایک ماہ کے لیے بڑھا دیا اور یہ شخص مہندر کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد مہندر اپنے ساتھیوں

کے ساتھ راج ہنسوں کی شہنشاہ کی سی شان وشوکت اور سہولت سے ہوا میں اڑتا ہوا سیلون پہونچ گیا۔ وہاں پہونچ کروہ مسا پہاڑ پر اترا۔

اس وفد کے سربراہ کی پہلی ملاقات اور گفتگو سے ہی بادشاہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اپنے چالیس ہزار ساتھیوں کے ساتھ بدھ مت قبول کرلیا۔ شہزادی انولا بھی اپنی پانچ سو ساتھیوں اور خدمت گذاروں کے ساتھ حاضر ہوکر اس مذہبی سلسلے میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اسے بتایا گیا کہ مردوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عورتوں کو اس مذہبی سلسلے میں داخل کرے ممکن ہے کہ اس کام کے لیے شہزادی سنگھامترا راضی ہوجائے۔

چنانچہ سیلون کے بادشاہ نے دوبارہ اپنے بھتیجے کو اشوک کی خدمت میں روانہ کیا اور درخواست کی کہ مہاراجا اپنی صاحب زادی سنگھامترا کو سیلون بھیج دیں اور مقدس درخت کی ایک شاخ بھی مرحمت فرمائیں اگرچہ اشوک کے لیے اپنی بیٹی سے جدا ہونا ایک مشکل کام تھا۔ لیکن اسے سنگھامترا کو سیلون جانے کی اجازت دینی پڑی۔ مقدس درخت سے ایک شاخ کاٹنے کے لیے کئی مقدس رسوم کی ادائیگی کی گئی۔

مقدس درخت سے شاخ کاٹنے کے بارے میں کئی معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سنگھامترا کے ساتھ جانے والے وفد کو تمالینی کی بندرگاہ تک خود اشوک چھوڑنے آیا۔

جس کشتی میں مقدس شاخ کو رکھا گیا تھا وہ کشتی تیزی سے تیرنے لگی۔ وسیع

سمندر میں تقریباً ڈیڑھ کوس پر محیط پانی کی سطح کی لہریں ساکن ہوگئیں اس کشتی کے گرد پانچ رنگوں کے بے شمار پھول کھلنے لگے اور فضا روحانی نغموں سے معمور ہوگئی اس طرح وہ کشتی جس پر مقدس شاخ رکھی گئی تھی اپنے آپ سیلون کے ساحل کی طرف بڑھنے لگی جہاں اس کا بے مثال استقبال کیا گیا۔ اس شاخ کو مہا میگھا باغ میں لگایا گیا۔ یہ باغ بادشاہ نے مذہبی اجتماعات کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس شاخ میں سے آٹھ صحت مند شاخیں پھوٹیں جنہیں آٹھ مختلف علاقوں میں لگایا گیا۔

انہیں دنوں سیلون کے بادشاہ نے مہندر کے لیے مہاوہار نام سے پہلی خانقاہ تعمیر کروائی اس کے بعد چیتیا گیری کی خانقاہ تعمیر کروائی۔ شہزادی اندلا اور اس کی پانچ سو کنواری کنیزوں کے علاوہ محل کی پانچ سو عورتوں کو راہبات بنایا گیا۔ اس طرح شہزادی سنگھامترا کو بہت جلد ارحات یعنی ولیہ کا مرتبہ حاصل ہوگیا۔ بادشاہ نے سنگھامترا کے لیے ایک صومعہ تعمیر کروایا جہاں وہ سکون سے رہنے لگی۔

سنگھ مترا جب بدھ مت کے سلسلے میں داخل ہوئی تو بیس سال کی تھی اس کے بعد وہ انسٹھ سالوں تک مذہب کے کاموں میں سرگرم رہ کر انتقال کر گئی اس کا انتقال سیلون کے بادشاہ ایتہؑ کی تخت نشینی کے نویں سال میں ہوا۔ اس کا بھائی مہندر اس سے ایک سال پہلے انتقال کر چکا تھا۔

کونال کی کہانی:

کونال کی کہانی بہت دکھ بھری ہے۔ اپنی باوفا بیوی اسندھی کی وفات کے

بعد اشوک نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں تشیو اکشتا نام کی لڑکی سے شادی کی یہ نوجوان عورت کردار کی کمزور تھی۔ اور اسے اصول وضوابط اور رشتوں کے احترام اور تقدس کا کوئی پاس ولحاظ نہیں تھا۔ اس نے اپنے سوتیلے بیٹے کنال کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی، کنال اشوک کی اس سے پہلے والی بیوی کا بیٹا تھا۔ اور اس کی آنکھیں غضب کی پر کشش اور خوب صورت تھیں۔ نیک طبیعت شہزادے نے اپنی ماں کی ہوس پرستی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اور اندر سے خوف زدہ رہنے لگا۔ کنال کی اس حرکت سے اسے لگا کہ اس کے حسن وجمال کی تحقیر ہوئی ہے اس لیے وہ بدلے کی آگ میں جلنے لگی اور اس کی پر ہوس محبت شدید ترین نفرت میں بدل گئی۔ وہ شہزادے کی تباہی کے منصوبے بنانے لگی۔ کیوں کہ شہزادے نے اپنی نیکی سے اس کی برائی کو شرمندگی میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس عورت نے نہایت ہوشیاری سے راجا کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ کنال کو تکشلا کی دور دراز کی حکومت سونپ دے، راجا نے ایسا ہی کیا۔

شہزادے نے فرماں برداری سے اس باعزت ذمہ داری کو قبول کر لیا۔ کنال جب رخصت ہونے لگا تو باپ نے نصیحت کی کہ بادشاہ کی طرف سے موصول ہونے والے شاہی احکام کے اصلی ہونے کی تصدیق پابندی سے کر لیا کرے۔ اور دیکھ لے کے مہر بند احکام پر بادشاہ کے دانتوں کے نشانات موجود ہیں کہ نہیں۔

کنال کے جانے کے بعد ہر گذرتے دن کے ساتھ ملکہ کی نفرت بڑھتی چلی گئی کچھ مہینے گذر جانے کے بعد ملکہ نے تکشلا میں بادشاہ کے نائبوں کے نام ایک

ہدایت نامہ بھیجا کہ اس حکم نامہ کے ملتے ہی بادشاہ کے حقیقی نائب کنال کی آنکھیں نکال لی جائیں اور اسے اس کی بیوی بچوں کے ساتھ پہاڑوں میں تنہا چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کے وہ موت سے ہمکنار ہو جائیں۔ ملکہ نے احکام کو سرخ لاکھ سے مہر بند کر دیا اور نیند کی حالت میں بادشاہ کے دانتوں کی مہر اس پر ثبت کر دی، احکام حاصل کرنے والے وزیروں کو بڑی حیرانی ہوئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ شہزادے کو وزیروں کے احوال پر شک گذرا اس نے ان لوگوں سے حقیقت حال معلوم کیا۔ وزیروں کا خیال تھا کہ وہ درمیانی راستہ اختیار کرتے ہوئے شہزادے کو حراست میں لے لیتے ہیں اور حتمی فیصلہ کے لیے دارالحکومت سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ لیکن شہزادہ کسی طرح کی تاخیر کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے کہا کہ اگر میرا باپ میری موت کا بھی حکم جاری کرتا ہے تو اس کی فوری تعمیل ہونی چاہیے۔ چوں کہ احکام پر اس کے دانتوں کی مہر ثبت ہے اس لیے اس پر شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر اس نے ایک نچلی ذات کے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکال لی جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی اس کے بعد شہزادہ اپنی بیوی کو لے کر دربدر بھیک مانگ کر گذارہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ بھیک مانگتے اور زندگی کے کڑے کوس طے کرتے کرتے وہ تھکا ہارا پاٹلی پترا پہونچ گیا۔ شہزادہ گانا گاتا ہوا گلی گلی بھیک مانگتا پھرتا رہا۔ اس کے گیتوں کے بول بہت دردناک تھے۔ مثلاً میں نے بھوک اور سردی کی تکلیفیں جھیلی ہیں۔ میں شہزادہ تھا۔ مگر آج بھکاری ہوں۔ کاش کہ میں اپنی پہچان کرواسکتا۔ اور اپنے اوپر لگے جھوٹے الزامات کے خلاف

دادرسی حاصل کرسکتا۔ وہ اسی طرح بھیک مانگتا ہوا محل میں گھس کر دربار تک پہونچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے اپنی آواز بلند کی، اور ایک بانسری پر غم واندوہ میں ڈوبا ہوا نغمہ گانا شروع کردیا۔ بادشاہ اس آواز اور اس آواز میں چھپے درد کو پہچان گیا۔ اس نے فوراً اس اندھے فقیر کو بلوا بھیجا۔ اپنے اندھے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر بادشاہ غم سے بے قابو ہوگیا، اس نے شہزادے سے اس حالت زار کی تفصیل معلوم کی۔ شہزادے نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ کہ دراصل میں رحم دل نہیں تھا اس لیے یہ سزا مجھے اوپر سے ملی ہے۔ فلاں فلاں دن مجھے محبت سے بھرپور ایک خط ملا اور میں خود کو معاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاسکا۔ اس طرح میں نے حکم کی تعمیل کی تاکہ راجا کا اقبال بلند رہے۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ اس گناہ کی اصل مجرم اس کی بیوی ہے۔ اس نے بغیر کسی خاص تحقیق اور تفتیش کے حکم دیا کہ اسے زندہ جلا دیا جائے، اس کے بعد بلالحاظ عہدہ اور مرتبہ کے اس جرم میں یا یوں کہیں کہ اس غلط حکم کی تعمیل میں شامل تمام لوگوں کو سزا دی گئی اور قتل عام کا حکم دے دیا گیا۔ انہیں دنوں مقدس درخت مہابدھی کی خانقاہ میں ایک عظیم ولی گھوش مقیم تھا بادشاہ کنال کو اس کی خدمت میں لے گیا اور التماس کرنے لگا کہ شہزادے کی بینائی لوٹا دی جائے۔ گھوش نے کہا کہ اگلے دن ایک بہت بڑے اجتماع کا اہتمام کیا جائے جس کے سامنے وہ قانون کی تبلیغ کرے گا اس اجتماع میں شامل سبھی لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے آنسو جمع کرنے کے برتن لے کر آئیں۔ چنانچہ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر جمع ہوا۔ اور اس میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس

نے گھوش کا وعظ سنا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے ہوں۔ جنہیں لوگوں نے برتنوں میں بوتلوں میں جمع کرلیا۔ اس ولی نے تمام آنسو ایک طلائی برتن میں جمع کیے اور مندرجہ ذیل الفاظ منتر یا دعا کے طور پر ادا کیے؛

"میں نے جس اصول کی وضاحت کی ہے بدھ کے اسراروں میں سے پیچیدہ ترین اسرار ہیں۔ اگر یہ وضاحت مبنی بر حقیقت نہ تھی اور اس میں غلطی تھی تو چیزیں اسی طرح رہیں جیسی کہ وہ ہیں۔ لیکن اگر جو کچھ میں نے کہا درست اور غلطی سے مبرا ہے تو پھر ان آنسوؤں سے دھونے پر اس شخص کی بینائی لوٹ آنی چاہیے۔"

شہزادہ کنال نے ان آنسوؤں سے اپنی آنکھیں دھوئیں اور اس کی بینائی لوٹ آئی۔

تشیر آ کشتا کی کہانی:

اشوک کی ایک بیوی کا نام تشیر آ کشتا تھا۔ یہ اشوک کی ایسی بیوی تھی جسے اپنے حسن پر کچھ زیادہ ہی ناز تھا۔ یہ حسین تو تھی مگر کردار کی مضبوط نہ تھی۔ اشوک کا بیٹا کنال بھی بہت خوب صورت تھا۔ بالخصوص اس کی آنکھیں نہایت پرکشش تھی۔ آ کشتا نے اپنے حسن کے دام میں کنال کو پھانسنے کی کوشش کی مگر شہزادہ مضبوط کردار کا تھا اور اپنے باپ کا بے حد فرماں بردار، چنانچہ اس نے رشتے کا احترام کرتے ہوئے شرافت اور خاموشی سے اپنی سوتیلی ماں کے ارادے کو ٹھکرا دیا

جس کی وجہ سے اسے بہت غصّہ آیا۔ اور وہ اس سے بدلہ لینے کے لیے مضطرب ہو گئی۔ اب وہ اس کوشش میں لگ گئی کہ کسی بھی طرح بادشاہ کو اپنے قابو میں کرلے۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کی ایک خطرناک اور بظاہر لاعلاج بیماری کا فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنالیا اور بادشاہ کا اعتماد حاصل کرلیا۔ اور تھوڑا بہت حکومت میں دخل انداز بھی ہوگئی۔

جب بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ اس کی بیماری لاعلاج ہے تو اس نے حکم دیا کہ کنال کو دربار میں بلایا جائے، بادشاہ کا ارادہ تھا کہ وہ کنال کو بلوا کر حکومت اس کے سپرد کردے گا تاکہ اس کی بیماری کی وجہ سے حکومت کا نظام درہم برہم نہیں ہوگا، جب یہ بات تشیر اکشتا کو معلوم ہوئی تو اسے لگا کہ اگر کنال بادشاہ بن جائے گا تو وہ کہیں کی نہیں رہے گی۔ چنانچہ اس نے ایک منصوبے کے تحت بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کو صحت مند بنانے کی ذمہ داری لیتی ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ معالجین میں سے کوئی بھی محل میں نہیں آئے گا۔ بادشاہ نے ملکہ کی بات مان لی۔

اب تشیر اکشتا نے بہت سارے لوگوں کو اس کام پر مامور کیا کہ جو بیماری بادشاہ کو ہے بالکل ویسا ہی کوئی دوسرا مریض تلاش کر حاضر کیا جائے۔ چھان بین اور تلاش کے بعد ایک چرواہا ملا جو بادشاہ والی بیماری میں مبتلا تھا۔ چرواہے کی بیوی نے اپنے شوہر کی بیماری کا ذکر ایک معالج سے کیا۔ معالج نے وعدہ کیا کہ اس کے علاج سے اس کا شوہر ٹھیک ہو جائے گا۔ معالج ملکہ کے حکم سے واقف تھا۔ وہ چرواہا کو لے کر ملکہ کے پاس آگیا۔ ملکہ اس چرواہے کو ایک خفیہ مقام پر لے گئی اور

اسے مار ڈالا اور جب اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو پتہ چلا کے اس کے معدے میں ایک بڑا سا کیڑا ہے وہی اس بیماری کا سبب ہے۔ ملکہ نے اس کیڑے پر پسی ہوئی کالی مرچ، ادرک کا رس اور کئی طرح کی جڑی بوٹی کو آزمایا مگر اس کیڑے پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ہی پیاز کا استعمال کیا کیڑا فوراً مر گیا اور آنتوں سے باہر گر گیا۔ ملکہ سمجھ گئی کہ اس بیماری کا علاج پیاز ہے۔ اب مسئلہ بادشاہ کو پیاز کھلانے کا تھا۔ کیوں کہ اس نے پیاز لہسن اور گوشت کھانا بہت پہلے ترک کر دیا تھا اور ایک طرح مذہبی طرز حیات اپنا چکا تھا۔ ملکہ نے بادشاہ سے التجا کی کے آپ ایک پیاز کھا لیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ ملکہ میں چھتری ہوں پیاز کیوں کر کھا سکتا ہوں۔ ملکہ نے سمجھایا کہ آپ کو پیاز کھانا نہیں ہے دوا کی طرح نگل جایئے بس آپ کی زندگی بچ جائے گی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ پیاز کھاتے ہی اس کے معدے کا کیڑا مر گیا اور آنتوں کے راستے باہر نکل گیا اور پھر آہستہ آہستہ راجا صحت مند ہو گیا۔

اشوک کے آخری ایام:

اشوک آہستہ آہستہ بہت مذہبی ہو گیا تھا۔ اسے راج کاج چلانے سے کہیں زیادہ مذہبی کاموں میں دلچسپی ہو گئی تھی۔ اس نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے گوروں کی خدمت میں ایک ہزار ملین سونے کے سکے (اشرفیاں) پیش کرے گا۔ لیکن وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں پہونچنے تک نو سو ساٹھ ملین اشرفیاں ہی پیش کر پایا تھا۔ راجا کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کے پاس بہت کم وقت ہے اس لیے وہ اپنا عہد پورا

کرنے کے لیے گکتارم کی خانقاہ کو سونے اور چاندی کی شکل میں شاہی خزانے سے بھاری مقدار میں عطیات بھیجنا شروع کردیا۔ چوں کہ اب راجا بوڑھا ہو چکا تھا۔ اور اس کا وارث کنال کا بیٹا اور اس کا ایک پوتا بن چکا تھا اس لیے وزیروں نے ان دونوں کو سمجھانا شروع کیا کہ اگر بادشاہ اسی طرح خزانہ لٹاتا رہا تو دشمن کے حملہ کے وقت جنگ اور فوج کے مصارف برداشت کرنا ناممکن ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ حکومت کی دفاعی قوت ختم ہو جائے گی چنانچہ شہزادوں نے خزانچی کو منع کردیا کہ وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ جب اشوک کو یقین ہو گیا کہ اب اس کے حکم کے مطابق خزانے سے خانقاہ کو کچھ بھی نہیں دیا جاسکے گا تو اس نے اپنا عہد پورا کرنے کے لیے شاہی میزوں پر سونے چاندی کے پترے اکھاڑ اکھاڑ کر خانقاہ کو بھیجنا شروع کیا۔ اس کے بعد تانبے اور لوہے کے پتروں کی بھی باری آئی۔ جب میزوں پر سے ہر طرح کے دھاتوں کے پترے ختم ہو گئے تو وزیروں نے بادشاہ کے میزوں کی سجاوٹ کے لیے مٹی کی چیزوں کا استعمال شروع کردیا تا کہ بادشاہ کا گھر اور اس کے اردگرد کا ماحول اور سامان بے رونق ہو کر نہ رہ جائے۔ ایک دن اشوک نے وزیروں سے پوچھا؛ اچھا یہ بتاؤ اس ملک کا بادشاہ کون ہے؟ سب نے جواب دیا۔ بلاشبہ اس ملک کے راجا آپ ہی ہیں۔ اشوک کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے کہا کہ تم از راہ کرم وہ بات کیوں کہتے ہو جو سچ نہیں ہے۔ میں اپنے شاہی مرتبے سے گر چکا ہوں، سوائے اس آدھے سیب کے میرے تصرف میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو میں خانقاہ کو بھیج سکوں۔ اشوک نے وہی آدھا سیب

گکتارم کی خانقاہ میں بھجوادیا تاکہ سارے بھکشو باہم تقسیم کر کے کھالیں۔اس کے ساتھ بادشاہ نے یہ بھی پیغام بھجوایا کہ؛

''دیکھئے یہ میرا آخری تحفہ ہے۔ ہندوستان کے شہنشاہ کے خزانہ کی یہ حالت ہوگئی ہے میری شہنشاہیت ختم ہو چکی ہے، میرے اختیارات اور میری حکومت ختم ہو چکی ہے۔ صحت وتندرستی اور معالجین سے محروم اس شخص کے پاس سوائے رشیوں کی مجلس ودعا کے کوئی سہارا نہیں ہے۔ یہ پھل کھالیں، اس پھل کے بھیجنے والے کی خواہش یہ ہے کہ مجلس کے ہر رکن کو اس میں سے حصہ ملے۔ یہ میرا آخری تحفہ ہے۔''

اشوک نے اس کے بعد ایک دن پھر اپنے وزیروں سے پوچھا؛ بتاؤ! اس ملک کا بادشاہ کون ہے؟ اشوک کے ایک وزیر رادھا گپتا نے بڑے جوش وخروش سے کہا سرکار آپ ہی اس ملک کے بادشاہ ہیں۔اس کے بعد بادشاہ نے گکتارم کی خانقاہ کو دی جانے والی بقیہ رقم کے لیے معاہدہ کیا اور کہا کہ خانقاہ کی چالیس ملین اشرفیاں جو ابھی تک باقی ہیں اور جس کا میں نے وعدہ کیا تھا اسے ادا کیا جائے گا اس کے بعد اشوک کا انتقال ہوگیا۔مگر اس کے معاہدے کے مطابق زمین گروی رکھ کر خانقاہ کو چالیس ملین اشرفی ادا کردی گئی اس طرح اشوک نے جو ایک ہزار ملین اشرفی خانقاہ کو دینے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوگیا۔

اشوک کے کتبوں، لاٹھوں اور غاروں کی تفصیل:

اشوک ہندوستان کا سب سے طاقتور ظالم اور آخر میں سب سے رحم دل اور اہنسا کا ماننے والا راجا تھا۔ اس کی حکومت جہاں تک پھیلی تھی اسی کو ذہن میں رکھ کر لوگ آج بھی اکھنڈ بھارت کی بات کرتے ہیں۔ اشوک کے کتبوں اور لاٹھوں کی وضاحت سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی حکومت کتنی بڑی تھی اور اس میں اس وقت کے کتنے ممالک شامل تھے۔ اس لیے ان کتبوں اور لاٹھوں کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔ اشوک کے کتبے چار طرح کے ہیں؛

۱) وہ جو کسی پہاڑی پر کندہ ہیں

۲) وہ جو کسی پتھر پر کھودے گئے ہیں

۳) وہ جو کسی لاٹھ یعنی اونچے ستون پر تحریر ہیں

۴) وہ جو کسی غار کی دیوار پر کندہ ہیں

اشوک کے چودہ سنگی کتبے مشہور ہیں۔ ان تمام کتبوں میں چند جملوں کے فرق کے ساتھ تقریباً ایک ہی بات دہرائی گئی ہے۔ یہ چودہ سنگی کتبے عام طور پر تسلسل کے ساتھ ایک ہی جگہ ہوتے ہیں۔ یعنی جہاں اور جس شہر میں بھی ہوتے ہیں وہاں عام طور پر چودہ ہی سنگی کتبے ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے شمال مغرب میں یہ کتبے شہباز گڈھی میں ملے ہیں۔ یہ مقام ضلع پشاور کا حصہ ہے۔ جو پشاور سے چھیالیس میل دور پہاڑی کے ایک حصّے پر موجود ہے۔ جو چوبیس فٹ چوڑا دس فٹ اونچا اور دس فٹ موٹا ہے۔ یہاں پر تیرہ

کتبے کھدے ہوئے ہیں۔ بارہواں فرمان اس چٹان سے پچاس فٹ ہٹ کر ایک دوسرے پتھر پر کندہ ہے۔

کتبوں کا دوسرا سلسلہ مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ایبٹ آباد سے پندرہ میل دور شمال میں ہے۔ یہاں صرف بارہ کتبے ایک تسلسل سے لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں کے تیرہویں اور چودھویں کتبے کا اب تک پتہ نہیں چلا ہے۔

کتبوں کا تیسرا سلسلہ ضلع دہردون میں کالسی کے مقام پر ہے۔ کالسی منصوری سے پندرہ میل کے فاصلے پر اس جگہ واقع ہے جہاں جمنا میں ٹوبس ندی آ کر ملتی ہے۔ یہاں جس پتھر پر کتبہ کھودا گیا ہے وہ بہت چکنا اور سڈول نہیں ہے۔

کتبوں کا چوتھا سلسلہ گرنار پہاڑیوں میں ہے۔ یہ مقام جونا گڈھ (کاٹھیاواڑ) سے آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر شیو کے پجاریوں کی زیارت گاہ تھا۔ اور جینی بھی اسے مقدس مقام مانتے تھے۔ یہاں پورے چودہ کتبے کھدے ہوئے ملے ہیں۔

بمبئی کے شمال میں ضلع تھانہ کے سوپارا مقام پر آٹھویں فرمان کا کچھ حصہ ملا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں بھی چودہ کتبے تھے مگر وہ ضائع ہو گئے۔ کچھ کتبے دھولی اور جوگدا میں بھی ملے ہیں۔ دھولی بھونیشور سے سات میل دور دکھن میں ہے اور جوگدا گنجم سے اٹھارہ میل دور شمال مغرب میں ہے۔

چھوٹے سنگی کتبے:

چھوٹے سنگی کتبوں میں سے ایک سہسرام ضلع شاہ آباد بہار میں کندہ ہے۔

دوسرا روپ ناتھ ضلع جبل پور میں ہے۔ تیسرا بیرات جے پور میں ہے۔ چوتھا پانچواں اور چھٹا کتبہ سداپور، جنشاک، رامیشورم اور برہم گری ضلع میسور میں ہے۔ ساتواں کتبہ ماسکی ضلع رائچور میں ہے۔

اشوک کے لاٹھ:

(۱) اشوک کا سب سے مشہور لاٹھ فیروز شاہی لاٹھ ہے جسے فیروز شاہ تغلق کے حکم سے توپرا سے دہلی منتقل کیا گیا تھا۔ اس لاٹھ (ستون) کی خصوصیت ہے کہ اس پر اشوک کے سات فرمان کندہ ہیں جبکہ اشوک کے دوسرے لاٹھوں (ستونوں) پر صرف چھ ہی فرمان کندہ ہیں۔

(۲) اشوک کی دوسری لاٹھ میرٹھ میں ملی تھی اسے بھی فیروز شاہ نے دہلی منتقل کیا تھا، فرخ سیر کے زمانے میں اس لاٹھ کے قریب موجود بارود خانے میں آگ لگ گئی تھی جس سے یہ لاٹھ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔ بعد میں ۱۸۶۷ء میں انگریزی حکومت نے اس کی مرمت کر کے اسے نصب کر دیا تھا۔

(۳) اشوک کی تیسری لاٹھ الہ آباد کے قلعے میں ہے۔ یہ لاٹھ الہ آباد سے تیس کوس دور سمبھی میں تھی جسے سلطان فیروز تغلق نے الہ آباد کے قلعے میں منتقل کرایا تھا۔ اس لاٹھ پر سمندر گپت نے اپنی فتوحات کا احوال لکھوایا تھا۔ بعد میں شہنشاہ جہانگیر نے اشوک کے دو فرمان کو مٹوا کر اپنے حالات بھی لکھوائے ہیں۔

(۴) اشوک کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی لاٹھیں چمپارن میں ہیں۔ ایک لاٹھ لوریا میں ہے۔ جو راج پارادھیا لیہ لاٹھ کہلاتی ہے۔

(۵) اشوک کی ساتویں لاٹھ سانچی (بھوپال) کے استوپ کے دکھنی دروازے کے پاس ہے۔ یہ لاٹھ بھی ٹوٹ گئی تھی۔ سر جان مارشل نے اسے اپنی نگرانی میں درست کروائی اور اسے نصب کیا۔

(٦) اشوک کی آٹھویں لاٹھ سارناتھ میں ہے۔ جو بنارس سے ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہی مقام ہے جو باغ غزالاں کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں پر پہلی بار گوتم بدھ نے شاگردوں کے سامنے پہلا وعظ کیا تھا۔

(۷) اشوک کی نویں لاٹھ بھوان پور تحصیل میں رمنی دیئی گاؤں میں نصب ہے یہ جگہ ضلع بستی سے قریب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمنی دیئی کا پرانا نام ملینی دیئی ہے۔ اور گوتم بدھ یہیں پیدا ہوئے تھے۔ اور اشوک نے بدھ ہی کی یادگار کے طور پر یہاں یہ لاٹھ نصب کی تھی۔

(۸) اشوک کی دسویں لاٹھ نیپال کی ترائی میں نگلیوا گاؤں میں ہے۔ اس لاٹھ پر لکھا ہے کہ یہاں کونکان بدھ کا استوپ تھا۔ جس کی اشوک نے مرمت کرائی اور اس کی زیارت کی۔

غار کے کتبے:

اشوک نے اجیوکوں کی عبادت کے لیے کم سے کم چار غار تیار کروائے تھے جو بار بار کے نام سے مشہور ہے۔ باراباراور ناگرجنی کے غار گیا شہر سے سولہ میل دور شمال میں واقع ہیں۔ یہ دریا پھالگو کے مغربی ساحل پر دو الگ الگ پہاڑیوں میں ہیں۔ باراباربار پہاڑی میں چار غار ہیں ان میں سے تین غاروں میں یہ کندہ ہے کہ

''یہ غار بادشاہ پیاداسی نے اجیوکوں کے لیے بنوائے ہیں۔''

اشوک کتبہ ۱۳:

اشوک نے اپنے کتبوں میں کس طرح کی باتیں لکھی تھیں اس کا اندازہ اس کتبے سے ہو جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اشوک کی زندگی میں انقلاب کب آیا اور کس واقعہ نے اس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ اس لیے شہباز گڈھی کا یہ کتبہ یہاں نقل کیا جاتا ہے؛

''دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ ''پریہ درشن'' نے تاج پوشی کے آٹھویں سال میں کلنگ فتح کیا۔ ڈیڑھ لاکھ آدمی قیدی بنائے گئے۔ ایک لاکھ قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ لوگ مارے گئے، کلنگ کو سلطنت میں شامل کرنے کے بعد ہی سے دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ نے دھرم کی پابندی، دھرم کی محبت، دھرم کی تعلیم اور دھرم کی سرپرستی شروع کی۔ اس عنوان سے دیوتاؤں کے پیارے نے کلنگ فتح کرنے پر اپنی پشیمانی ظاہر کی، ایک غیر مفتوح ملک کے فتح کرنے میں وہاں کے باشندے قتل کیے جاتے ہیں۔ مرتے ہیں اور قید ہوتے ہیں۔ یہ سب باتیں دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کے لیے حد درجہ باعث رنج وافسوس ہے۔

اس کے علاوہ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو اس

بات سے اور بھی دکھ پہونچا ہے کہ ایسے مما لک میں ایسے براہمن، سرامن اور دیگر فرقے کے لوگ اور گرہست رہتے ہیں جو اپنے سے بڑوں کی فرماں برداری، والدین کی اطاعت، معلمین کی عزت، دوستوں، ساتھیوں، عزیزوں، غلاموں اور نوکروں سے اچھا برتاؤ کرنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں۔"

جنگ کی بدولت ایسے بزرگوں پر تشدد ہوتا ہے وہ قتل کیے جاتے ہیں، یا اپنے محبوبوں سے بچھڑ جاتے ہیں اور جو لوگ کہ بچ جاتے ہیں ان پر بھی ایک طرح کا تشدد ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ ان لوگوں کے جن پر تشدد ہوا ہوتا ہے کے ساتھیوں دوستوں ملاقاتیوں اور عزیزوں میں سے ہوتے ہیں۔ اور ان کی محبت و مروّت ان سے کم نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا ان پر بھی غم کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں۔

اور دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو ملال ہوتا ہے کہ اتنے لوگوں کو دکھ پہونچتا ہے اور سوائے ملک یونان کے اور کوئی ملک نہیں جس میں براہمن اور سرامن نہ ہوں اور جہاں کے لوگ کسی نہ کسی فرقے یا ملت میں اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔ اس لیے کلنگ میں جتنے آدمی قتل ہوئے، مارے گئے

یا قید ہوئے اگر اس کا سوواں یا ہزارواں حصہ بھی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو بادشاہ کو بہت دکھ ہوگا۔

اگر کوئی شخص دیوتاؤں کے پیاروں کی ذات کو بھی دکھ پہونچائے تو وہ حتی الامکان برداشت کرے گا۔ دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ جنگلیوں کو بھی نظر التفات اور عاطفت سے دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اپنی بری عادتیں چھوڑ دے۔ دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ اپنی پشیمانی کا اظہار کرتا ہے۔ جو صاحب عظمت و جلال ہے۔ لہٰذا ان جنگلیوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ شرم کریں اور قتل کیے جانے سے بچیں دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ چاہتا ہے کہ تمام جاندار امن و امان سے رہیں اور ان میں ضبط نفس، صبر و تحمل، رواداری اور نیکی پیدا ہو۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی رائے میں دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح ہے۔ اور یہ فتح دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو یہاں اور چھ سو یوجن تک جہاں کہ یونانی انٹایوکس رہتا ہے اور اس کے بھی آگے جہاں چار بادشاہ ترامایا، ماگا، انٹی جونس اور سکندر رہتے ہیں اور وہاں جہاں چولا اور پانڈیا یا دکن میں تمپارنی تک رہتے ہیں حاصل ہوگئی ہے۔ سلطنت شاہی میں یون، کمبوج، لحک کے نھاپتیوں میں بھوج، اندھرا،

پولندا، ان سب لوگوں میں سب جگھوں پر دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کے دھرم کے متعلق احکام کی پیروی ہوتی ہے۔

ان جگھوں پر بھی جہاں دیوتاؤں کے سفیر نہیں پہونچے وہاں پر بھی لوگ دھرم کی تعلیمات کے بارے میں سن سنا کر عمل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور یہ فتح جو حاصل ہوئی ہے ہر جگہ محبت کی فتح کہی جائے گی۔ اور یہ محبت دھرم کی فتح کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے۔ مگر یہ محبت زیادہ اہم نہیں ہے۔ بادشاہ کی رائے میں وہ محبت بہت اہم ہے جو آخرت میں کام آئے۔

یہ فرمان اس لیے لکھا گیا ہے کہ میرے بیٹے پوتے جو بھی ہوں یہ جان لیں کہ نئی فتوحات حاصل کرنا بڑی بات نہیں ہے۔ یعنی وہ فتح جو تلوار کے زور پر حاصل کی جائے، میں چاہتا ہوں کہ میرے وارثین صبر اور رحم میں مسرت محسوس کریں۔ اور اسی فتح کو سچی فتح سمجھنا چاہیے۔ جو دھرم کے ذریعے حاصل ہو۔ کیوں کہ ایسی فتح سے دنیا اور آخرت دونوں سدھر جاتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اگر وہ محبت کریں تو عبادت اور ریاضت سے محبت کریں۔ کیوں کہ اس سے دنیا

اور آخرت دونوں میں فائدہ ہے۔''

اشوک کے تمام کتبوں اور لاٹھوں پر لکھی تحریروں کا تقریباً یہی رنگ ہے۔ ان کتبوں کی تحریروں کے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جب اشوک کی زندگی میں انقلاب آیا تو اس نے اہنسا، انسانیت، رواداری، مساوات اور بھائی چارہ کی ایسی مثال قائم کی جس کی مثال آسانی سے تلاش نہیں کی جاسکتی ہے۔

سچ پوچھیے تو اشوک کے انہیں اصولوں پر ہندوستان کو متحد کیا جاسکتا ہے۔ اشوک کے یہ اصول جو صدیوں پرانے ہیں آج بھی ہندوستان کے لیے اساسی اہمیت رکھتے ہیں۔ انہیں اصولوں کو اپنا کر گاندھی جی نے نئے ہندوستان کی تعمیر کا خواب دیکھا تھا۔

آئندہ بھی ہندوستان کی ترقی کا مدار انہیں بنیادوں پر استوار کیا جاسکے گا۔ اور جو لوگ بھی ان اصولوں کو توڑنے کی کوشش کریں گے وہ دراصل ہندوستان کی بنیاد، اس کی حقیقت اور اس کی روح کو مجروح کرنے کے مجرم گردانے جائیں گے۔

مصنف کی دیگر تصانیف

مطبوعہ شعری کتابیں: (۱) معصوم ترانے (۲) مہکتی کلیاں (۳) بلبلوں کے گیت (۴) زمزمے (۵) چمکتے ستارے (۶) گلشن گلشن شبنم شبنم (۷) چاند گگن (۸) صحنِ مسرت (۹) ہندوستان (قومی گیت) (۱۰) سازِ وطن (قومی گیت) (۱۱) راگ رنگ (۱۲) اشک ورشک (۱۳) کمند (ترانے) (۱۴) ثریٰ (مرثیے) (۱۵) گلہائے عقیدت (تہنیت نامے) (۱۶) صیامستان (نغمات ماہ رمضان) (۱۷) گاگر میں ساگر (۱۸) لحن (۱۹) لوریاں (۲۰) لورستان (۲۱) دختر نامہ (۲۲) فریاد نامہ (۲۳) شاخِ نہال (۲۴) معصوم نغمے (۲۵) گلپوش جھروکے (۲۶) آسان بیت بازی (۲۷) بچوں کی بیت بازی (۲۸) معصوم غزلیں (۲۹) ننھی منی غزلیں (۳۰) بچوں کی غزلیں (۳۱) غزل ساز (۳۲) جانِ غزل (۳۳) شانِ غزل (۳۴) طفلستان (قطعات) (۳۵) قطعاتِ حافظ (۳۶) موجِ تسنیم (رباعیات) (۳۷) رباعیاتِ حافظ اوّل (۳۸) رباعیاتِ حافظ دوّم (۳۹) رباعیاتِ حافظ سوم (حمدیہ) (۴۰) رباعیاتِ حافظ چہارم (۴۱) رباعیاتِ حافظ پنجم (۴۲) نورِ وحدت (حمدیہ کلام) (۴۳) اللہ جمیل (حمدیہ کلام) (۴۴) اللہ الصمد (حمدیہ کلام) (۴۵) شمعِ ہدیٰ (نعتیہ کلام) (۴۶) ہمارے نبیؐ (منظوم سیرتِ پاک) (۴۷) فانوسِ حرم (نعتیہ کلام) (۴۸) ذکرِ نبیؐ (منظوم سیرتِ پاک) (۴۹) یادِ نبیؐ (نعتیہ کلام) (۵۰) شانِ مدینہ (نعتیہ کلام) (۵۱) **اللّٰھم صل** (نعتیہ کلام) (۵۲) **اللّٰھم بارك** (نعتیہ کلام) (۵۳) آئینۂ جمال (نعتیہ کلام) (۵۴) **یا یھا المدثر** (نعتیہ کلام) (۵۵) علمستان

مطبوعہ نثری کتابیں: (۵۶) پیارے نبیؐ (۵۷) خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ (۵۸) خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ (۵۹) خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ (۶۰) خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ (۶۱) حضرت عائشہؓ (۶۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۶۳) حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ (۶۴) صد رنگ مضامین (۶۵) سب رنگ مضامین (۶۶) جنگ آزادی کا پہلا مجاہد نواب سراج الدولہ (۶۷) اظہار (۶۸) کون کرے انصاف (۶۹) علامہ اقبالؒ (۷۰) رابندر ناتھ ٹیگور (۷۱) پنڈت جواہر لال نہرو (۷۲) چند قومی رہنما (۷۳) دلکش مکالمے (۷۴) بچوں کی تقریریں (۷۵) فخرِ وطن (۷۶) بچوں کا ادب اور ہماری ذمہ داریاں (۷۷) ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام (۷۸) سبھاش چندر بوس (۷۹) خوئے مطالعہ (۸۰) معمارانِ وطن (۸۱) ملکہ ہند نور جہاں (۸۲) محمد بن قاسمؒ (۸۳) مطالعہ شعار (۸۴) دارا شکوہ (۸۵) جدوجہد آزادی کی نامور خواتین (۸۶) خاتون جنت حضرت فاطمہؓ (۸۷) اشوک سمراٹ (۸۸) چار امامؒ (۸۹) مولانا ابوالکلام آزادؒ (۹۰) ادب اطفال کے معمار نظیر اکبرآبادی

شعری تصانیف: ۵۵ نثری تصانیف: ۳۵ جملہ تصانیف: ۹۰